سہ ماہی نئی دہلی

خبرنامہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

جلد نمبر: ۱۰ | اپریل تا جون ۲۰۱۶ء | شمارہ نمبر: ۳

ایڈیٹر

(مولانا) محمد ولی رحمانی

خط وکتابت کا پتہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

Tel:. 011-26322991, Telefax:. 011-26314784

E-mail: aimplboard@gmail.com / Web: www.aimplboard.in

پرنٹر و پبلیشر سید نظام الدین نے اصیلہ آفسیٹ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی-۲ سے چھپوا کر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ 76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵ سے شائع کیا

فہرست مضامین

نمبرشمار	مضامین	اسمائے گرامی	صفحہ
۱	پیغام	(حضرت) مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	
۲	ابتدائیہ	(حضرت) مولانا محمد ولی رحمانی	۳
۳	مرد کا حق طلاق	مولانا علی حسین سلفی	۶
۴	اسلام میں چار شادیوں کی اجازت	مفتی سہیل احمد رحمانی قاسمی	۹
۵	مذہبی رہنماؤں کی دانشمندی کا امتحان	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۳
۶	کارروائی اجلاس مجلس عاملہ بورڈ لکھنؤ	مولانا رضوان احمد ندوی	۱۷
۷	بورڈ کی سرگرمیوں کا مختصر خاکہ	وقارالدین لطیفی	۲۳

اداریہ

مولانا محمد ولی رحمانی
جنرل سکریٹری بورڈ

ملک کے بدلتے ہوئے حالات بڑے تشویشناک ہیں، اظہار رائے کی آزادی سلب کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، جو لوگ نفرت کی آگ سلگا رہے ہیں اور ملک کے امن کو پارہ پارہ کرنے کے درپے ہیں، ان پر کوئی پابندی نہیں ہے اور جو لوگ ظلم کے خلاف آواز بلند کرنا چاہتے ہیں، ان کو اپنی بات کہنے کا موقعہ نہیں مل پارہا ہے، لاقانونیت پر مبنی اقدام کو قانونی جواز بخشا جارہا ہے، دادری کا واقعہ اس کی واضح مثال ہے، فرقہ پرست عناصر جن کے جرم کی چارج شیٹ داخل ہو چکی ہے، ان کو کھلی چھوٹ ہے اور جن مسلمان نوجوانوں پر صرف جرم کا شبہ ہے اور یہ شبہ ان پولس والوں کی طرف سے قائم کیا گیا ہے، جن کی دروغ گوئی بار بار عدالت میں ثابت ہو چکی ہے، ان کے ساتھ مجرموں جیسا سلوک کیا جارہا ہے، ذرائع ابلاغ سے اس بات کی توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ مظلوموں کے لئے انصاف فراہم کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوں گے، مگر بدقسمتی سے میڈیا بھی فرقہ پرست عناصر کے ہاتھوں کا کھلونا بن گیا ہے، اور وہ سچائی کی ترجمانی کرنے کی بجائے وسیع پیمانے پر جھوٹ کو پھیلانے کا کام کررہا ہے؛ چنانچہ آئے دن اس کی کذب بیانی سامنے آتی رہتی ہے، اقلیتوں، دلتوں اور دوسرے مظلوم طبقات کے لئے انصاف کی آخری کرن عدلیہ ہے؛ لیکن افسوس کہ مظلوم طبقات اس نظام سے بھی مایوس ہورہے ہیں، اب یہی دیکھئے کہ ایک سازش کے تحت قتل و آتش زنی پر آمادہ بھیڑ کے جرم کو کم کرنے کے لئے نہتے لوگوں کو بچانے کی غرض سے دفاع میں کی جانے والی فائرنگ کو ''اکسانے والا عمل'' قرار دیا جارہا ہے، ساری دنیا جانتی ہے کہ جو گروہ تعداد کے اعتبار سے نسبتاً چھوٹا ہو، اس کو اقلیت کہتے ہیں؛ لیکن اب مسلمانوں کے اقلیت ہونے پر بھی سوالیہ نشان لگایا جارہا ہے، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی پوری تاریخ کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے اقلیتی کردار سے انکار کیا جارہا ہے، کسی بھی قانون کی تشریح اس کے ماہرین کی وضاحتوں کی روشنی میں کی جاتی ہے؛ لیکن قانون شریعت کے معاملے میں عدلیہ اپنے آپ کو شارح قانون کے مقام پر رکھ کر کام کرتی ہے، اور تشریح کچھ اس طرح کی جاتی ہے کہ وہ شرح قانون سے آگے بڑھ کر وضع قانون کے دائرے میں آجاتا ہے۔

غرض کہ حکومت، میڈیا اور عدلیہ تینوں ہی شعبے مظلوم طبقات کو انصاف فراہم کرنے میں ناکام ہیں، یہ ایک خطرناک بات ہے اور یہی چیز عوام کو انارکی، بدامنی اور بعض اوقات خانہ جنگی کی طرف لے جاتی ہے؛ کیوں کہ جب کوئی طبقہ اس بات سے ناامید ہو جاتا ہے کہ اسے انصاف حاصل ہو سکے گا تو وہ تشدد پر اتر آتا ہے، آج ہمارے ملک اور پوری دنیا میں ارباب اقتدار کی سوچ یہ ہے کہ بندوق کی گولی، جیل کی کوٹھری اور طاقت کے استعمال کے ذریعہ تشدد کو کچل دیا جائے، اور امن و امان کو قائم کیا جائے؛ لیکن یہ غلط فہمی ہے، امن کا قیام عدل و انصاف سے متعلق ہے، جس معاشرہ میں عدل قائم ہوگا، تمام لوگوں کے ساتھ انصاف کیا جائے گا، یقینی طور پر وہاں امن بھی قائم ہوگا، اور اگر معاشرہ میں کچھ فساد پھیلانے والے لوگ ہوں گے تو وہ الگ تھلگ پڑ جائیں گے، صرف تشدد اور جبر کے ذریعہ امن قائم نہیں ہو سکتا، اس طرح کی کوششیں ہمیشہ ناکام و نامراد ہی ہوئی ہیں، جب ظلم ہوتا ہے اور مظلوموں کے لئے انصاف کا کوئی راستہ باقی نہیں رہتا، تو یہی چیز تشدد

اور ردعمل کو جنم دیتی ہے؛ اس لئے میں ارباب اقتدار سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ ملک کو بدامنی، تشدد اور انتہا پسندی کے راستہ پر جانے سے بچائیں، اس کے جو حقیقی اسباب ہیں، اسے ملحوظ رکھیں اور جڑوں کے بجائے صرف پتوں پر پانی ڈالنے کا بے فائدہ کام نہ کریں۔

مسلمانوں کے یوں تو بہت سے مسائل ہیں، تعلیمی، معاشی اور جان و مال کا تحفظ وغیرہ؛ لیکن ان کا سب سے اہم مسئلہ مذہبی شناخت اور تشخص کی حفاظت کا ہے، مسلمان دنیا کے کسی بھی گوشہ میں رہے، وہ اکثریت میں ہو یا اقلیت میں، یہ بات ضروری ہے کہ مسلمان بن کے رہے، وہ شرک و کفر کو قبول نہیں کرسکتا، وہ ایک اللہ پر ایمان رکھتا ہے، اور ہر دن پانچ بار مسجد کے میناروں سے اپنے اس ایمان و یقین کا اعلان کرتا ہے، یہ ایمان جہاں اسے یہ سکھاتا ہے کہ اس کی پیشانی اللہ کے سوا کسی اور کے سامنے نہیں جھکے، وہیں اسے یہ بھی تلقین کرتا ہے کہ اس کی پوری زندگی احکام الٰہی کے تابع ہو، جیسے وہ نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ میں اللہ اور اس کے رسول کی ہدایات پر عمل کرتا ہے، نہ اپنی خواہش پر چلتا ہے اور نہ کسی مخلوق کی خواہش کو اپنے لئے مشعل راہ بناتا ہے، اسی طرح سماجی زندگی کے مسائل- نکاح، طلاق و خلع، عدت و میراث، وصیت و ہبہ- نیز اپنے مالی معاملات وغیرہ میں بھی احکام شریعت کا پابند ہے، اس نے اپنی زندگی کو اللہ کے حوالہ کردیا ہے، اور اس کو اختیار نہیں ہے کہ وہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل میں من چاہے طریقے پر عمل کرے، مسلمانوں کے لئے قانون شریعت کی حیثیت سماجی رسم و رواج کی نہیں ہے؛ بلکہ بڑی حد تک وہ اس کے ایمان کا حصہ ہے؛ اس لئے مسلمانوں سے اس بات کا تقاضہ کرنا کہ وہ مسلم پرسنل لا سے دست بردار ہوجائیں، گویا ان کو ایمان سے محروم کرنا ہے؛ اس لئے مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کی بات نہ مسلمانوں کے لئے قابل قبول ہے اور نہ اس میں کوئی معقولیت ہے۔

غور کیجئے کہ ملک کا کوئی ایسا مسئلہ ہے جو پرسنل لا میں تبدیلی سے حل ہوجائے گا؟ اور کیا کامن سول کوڈ کے نفاذ سے ملک کو کوئی فائدہ پہونچ سکتا ہے؟ اگر قانون کی وحدت باہمی تعلقات میں ہم آہنگی کا باعث ہوتی تو ایک ہی مذہب کے مختلف فرقوں کے درمیان، اور ایک ہی قانون پر عمل کرنے والے مختلف گروہوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوتا؛ لیکن ایسا نہیں ہے، آبادی کے اعتبار سے ہندوستان کے مقابلہ امریکہ ایک چھوٹا ملک ہے؛ لیکن امریکہ کی مختلف ریاستوں کے قوانین الگ الگ ہیں اور قانون کے اس تنوع کی وجہ سے وہاں کبھی کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا، حقیقت یہ ہے کہ سماجی زندگی سے متعلق قوانین میں تنوع ملک کو جوڑے رکھنے میں مدد و معاون ہے، یہ مسئلہ صرف مسلمانوں کا نہیں؛ بلکہ مختلف اقلیتوں اور خاص کر مختلف قبائلی گروہوں کا بھی ہے، جنہوں نے ملک کے خلاف ہتھیار اٹھا رکھا تھا اور انہیں اس سے باز رکھنے کے لئے بڑی کوششیں کی گئیں کہ وہ صلح کی میز پر آجائیں، بالآخر صلح میں یہ بات شامل کرنی پڑی کہ ان کے سماجی قوانین کو برقرار رکھا جائے گا، اور اس سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی جائے گی۔

ہمارا ملک پہلے ہی سے مختلف مسائل سے دوچار ہے اور ملک کی سلامتی و حفاظت کے لئے ڈھیر ساری کوششیں کرنی پڑ رہی ہیں، مگر افسوس کہ حکمرانوں کو صورت حال کا یا تو صحیح اندازہ نہیں ہے یا اندازہ ہے لیکن وہ دانستہ طور پر اسے نظر انداز کررہے ہیں، اور ایسے مسائل اٹھا رہے ہیں جو نفرتوں میں اضافہ کا سبب بنیں، سماج کے مختلف طبقات میں محرومی اور ناانصافی کا احساس بڑھ جائے اور اس کے نتیجہ میں ملک کو نقصان پہونچے۔

بابری مسجد کا مسئلہ ہندوستان میں جمہوریت، سیکولرزم اور عدل و انصاف کے امتحان کے لئے کسوٹی ہے، اس مسجد میں کچھ شرپسندوں نے رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مورتیاں رکھ دیں؛ لیکن افسوس کہ جو لوگ انصاف کے رکھوالے اور امن و آشتی کے محافظ ہیں، انہوں نے دن کے

اجالے میں اس ظلم کوتقویت دے کر اس کی انتہا تک پہونچا دیا، مسجد کے تالے کھولے گئے، پوجا کی اجازت دی گئی، نماز سے روک دیا گیا، پھر دوپہر کی دھوپ میں مسجد کوشہید کر دیا گیا، پھر اس پر عارضی مندر تعمیر کیا گیا اور آخر میں ایسا فیصلہ آیا جس کی بنیاد قانون اور دلائل کی بجائے ایک فریق کی آستھا اور ان کے عقیدہ پر رکھی گئی، یہ یقیناً اس ملک کی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے اور اس سیاہی کو دھونا حکومت اور عدلیہ کا فریضہ ہے، ملک و بیرون ملک کے انصاف پسند لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ وہ دیکھیں کہ ہندوستان کی عدلیہ انصاف کے تقاضہ کو پورا کرتی ہے یا فرقہ پرست طاقتوں کے ظلم وجور کے سامنے سر جھکا دیتی ہے؟ اس قضیہ میں جناب محمد ہاشم انصاری مرحوم ایک ستون بن کر مسجد کے تحفظ کے لئے کھڑے رہے، انہیں ڈرایا اور دھمکایا بھی گیا، لالچ دی گئی؛ لیکن انہوں نے پوری ثابت قدمی کے ساتھ بابری مسجد کے مقدمہ کی پیروی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا کا تعاون کیا، یہ خبر باعث رنج ہے کہ مؤرخہ ۲۰ / جولائی ۲۰۱۶ء کو ۹۶ / سال کی عمر میں وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے، اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، اور ان کو ان کی اس مجاہدانہ خدمت کا بہترین اجر عطا فرمائے؛ البتہ ہاشم انصاری صاحب کی وفات سے نہ مسئلہ ختم ہوا ہے اور نہ ہماری جد و جہد میں کوئی فرق آئے گا، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اپنی کوششوں کو کسی وقفہ کے بغیر جاری رکھے گا، اور اس مظلوم مسجد کو انصاف دلانے کی کوشش کرتا رہے گا۔

ملت اسلامیہ ہند کے لئے یہ وقت بڑی اہمیت کا حامل ہے، ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اتفاق واتحاد کا ثبوت دیں، مسلم سماج میں حالات کا شعور پیدا کریں، دین پر ثابت قدم رہیں، خود اپنے آپ پر شریعت کو نافذ کریں، اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ جب بھی آواز دے اسکی آواز پر لبیک کہیں۔

❀❀❀

بقیہ: اسلام میں چار شادیوں کی اجازت

دوسرا یہ کہ دوسری شادی کر کے پرسکون زندگی گذارے۔

انسانی فطرت اور ضروریات وحالات کے لحاظ سے نکاح ثانی کی اجازت بہت ساری حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہے جو بہت سارے فتنوں کے دروازے کو بند کرتی ہے اس لئے ایک بیوی کے رہتے ہوئے ضرورۃً دوسری شادی کرنا جائز ہے، شرعاً اس کی اجازت ہے، بشرطیکہ دونوں بیویوں کے درمیان ناانصافی کا خطرہ نہ ہو اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ دونوں بیویوں کے ساتھ مساوات کا معاملہ نہیں کر سکے گا تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا چاہئے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ (سورۃ نساء) لیکن یہ تلخ حقیقت ہے کہ نکاح ثانی کے بعد دوسری بیوی کو شوہر کی طرف سے جو محبت ملنی چاہئے اس سے محروم کر دیا جاتا ہے، اور حسن معاشرت کا جو حکم دیا گیا ہے بسا اوقات اس سے گریز ہی نہیں بلکہ ظلم وستم بھی کیا جاتا ہے، پہلی بیوی سے پیدا شدہ بچوں کو بھی نظر انداز کیا جاتا ہے، اس کی پرورش و پرداخت اور تعلیم وتربیت کی طرف توجہ نہیں دی جاتی ہے۔ اس طرح شرعی اجازت کا ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے، اجازت پر تو عمل کیا جاتا ہے۔ لیکن اللہ کے حکم عدل سے راہ فرار اختیار کیا جاتا ہے، نکاح ثانی کے لئے شریعت کا سہارا تو لیا جاتا ہے لیکن اسلام کے اصول عدل کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا ہے اس سے جو نقصان پہونچ رہا ہے اور شریعت مطہرہ کے خلاف جو آواز اٹھ رہی ہے اس کے ذمہ دار بھی ہم ہی ہیں، اجازت کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ بعض کو مانا جائے اور بعض کا انکار کیا جائے، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس جواز کے غلط استعمال سے معاشرہ میں جو بگاڑ پیدا ہو رہا ہے اس کا ازالہ کیا جائے شریعت نے جن شرائط کے ساتھ اس کی اجازت دی ہے سماج ومعاشرہ کو اس کا پابند بنانے کی کوشش اور تدبیر کی جائے۔

❀❀❀

مرد کا حق طلاق

مولانا علی حسین سلفی (استاد و مفتی جامعہ سلفیہ بنارس)

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین، أما بعد:

واضح ہو کہ اگر میاں بیوی کی ازدواجی زندگی میں اس قدر دراڑ پڑ جائے کہ اصلاح کی کوئی صورت باقی نہ رہے اور وہ امن وسکون ناپید ہو جائے جو عقد نکاح سے مطلوب ہے تو اسلام نے ان دونوں کو جدائی کا حق دیا ہے، اور یہ جدائی طلاق، خلع اور فسخ وغیرہ سے ہوتی ہے لیکن یہاں عنوان بالا کی توضیح وتشریح مقصود ہے کہ طلاق کسے کہتے ہیں اور طلاق کا حق کس کو ہے اور اس کی شرائط کیا ہیں وغیرہ وغیرہ۔

طلاق کی لغوی وشرعی تعریف:

حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ لغت میں طلاق کا معنی بندھن کو کھول دینا ہے، یہ لفظ اطلاق سے ماخوذ ہے جس کا معنی چھوڑ دینا اور ترک کر دینا ہے اور شرع میں طلاق نکاح کے گرہ کھول دینے کو کہتے ہیں، امام الحرمین کہتے ہیں کہ دور جاہلیت میں بھی اس کے لئے لفظ طلاق مستعمل تھا پھر شریعت نے اس کو برقرار رکھا۔

طلاق کے حقدار کون؟

طلاق دینے کا حق صرف شوہر کو ہے، درج ذیل دلائل سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۔ کتاب وسنت اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم واقوال ائمہ کرام میں طلاق کی نسبت مرد (شوہر) ہی کی طرف کی گئی ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ طلاق کا حقدار صرف شوہر ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿**یا أیها النبی إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن**﴾ (الطلاق:۱)

(اے نبی اپنی امت سے کہہ دو) جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت کے دنوں کے آغاز میں طلاق دو۔

اسی طرح حدیث نبوی میں ہے کہ:

’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا ’’**راجعها ثم أمسكها حتى تطهر ثم تحيض ثم تطهر ثم طلقها إن شئت طاهرا قبل أن تمسها أو حاملا**‘‘ (بخاری:۴۹۰۸، **کتاب تفسیر القرآن، باب وقال وقال مجاهد: إن ارتبتم** (مسلم:۱۴۷)

یعنی اس سے رجوع کرو پھر اسے اپنے پاس رکھو حتیٰ کہ وہ اپنے ایام ماہواری سے پاک ہو جائے، پھر حائضہ ہو پھر اگر تم چاہو تو اس سے ہم بستری کرنے سے پہلے پاکی کی حالت میں طلاق دے دو۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

’’**اتى النبي صلى الله عليه وسلم رجل، فقال: يا رسول الله إن سيدي زوجني أمته وهو يريد أن يفرق بيني و بينها، قال فصعد النبي صلى الله عليه وسلم المنبر، فقال: يا أيها الناس! ما بال أحدكم يزوج عبده أمته ثم يريد أن يفرق بينهما، إنما الطلاق لمن أخذ بالساق**‘‘ (صحیح الجامع الصغیر:۳۹۵۸، ارواء الغلیل:۲۰۴۱، ابن ماجہ:۲۰۸۱، کتاب الطلاق، باب طلاق العبد)

یعنی ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا

اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے آقا نے اپنی باندی سے میرا نکاح کرایا تھا اور اب وہ میرے اور اس کے درمیان تفریق کرانا چاہتا ہے، راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور کہا کہ اے لوگو! تمہارے ایک کی حالت یوں ہے کہ وہ اپنے غلام کا اپنی لونڈی سے نکاح کرتا ہے پھر ان کے درمیان تفریق کرانا چاہتا ہے۔ حالانکہ طلاق صرف اسی کا حق ہے جس نے پنڈلی کو تھام رکھا ہے (یعنی شوہر کو)

۳۔ جمہور ائمہ کرام کے نزدیک یہ درست ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو طلاق کی مالک بنائے اور اسے اس کا اختیار دے اور اسے اس کی وکیل بنائے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ طلاق کا حق صرف مرد ہی کو ہے (بدایۃ المجتہد ۲/۸۲، کتاب الطلاق، از حافظ عمران ایوب لاہوری ص: ۱۰۱-۱۰۴)

مندرجہ بالا نصوص سے یہ بات عیاں اور واضح ہوگئی کہ طلاق دینے کا حق صرف مرد (شوہر) ہی کو ہے کسی اور کو نہیں، اس لئے اگر وہی اپنی بیوی کو طلاق دے گا یا دلوائے گا تب طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔

طلاق کے حقدار شوہر کی شرطیں:

لیکن شوہر کے طلاق کی تنفیذ اسی صورت میں ہوگی جب وہ عاقل، بالغ اور خودمختار ہو، اگر عاقل و بالغ نہیں ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستيقظ و عن الصبي حتى يحتلم و عن المجنون حتى يعقل'' (صحیح ابی داؤد: ۴۴۰۳، ارواء الغلیل: ۲۹۷)

یعنی تین شخص مرفوع القلم ہیں: سویا ہوا جاگنے تک، نابالغ لڑکا بالغ ہونے تک اور مجنون ذی شعور ہونے تک۔

صرف مرد ہی کو طلاق کا حق کیوں؟

اسلام نے طلاق کو صرف اکیلے مرد کا ہی حق قرار دیا ہے، اس کی درج ذیل حکمتیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

۱۔ مرد کے اندر عورت کے مقابلے میں فہم و فراست، سوچ سمجھ، صبر و ضبط، بالغ نظری، عاقبت اندیشی اور دور بینی و دور رسی بدرجہ اتم ہے، اس لئے مرد طلاق دینے سے گریز کرتا ہے کیونکہ اسی طلاق دینے کی صورت میں کئی طرح سے زیر بار ہونا پڑے گا، مطلقہ بیوی کے دوران عدت کا نان و نفقہ اور اپنی بساط بھر متعہ اور آنے والی بیوی کے مہر وغیرہ کے اخراجات اور عورت پر ان میں سے کچھ بھی لازم نہیں آتا، اس لئے عورت حق طلاق کو استعمال کرنے میں بے باک ہوگی اور اس طرح طلاق کا وقوع بکثرت ہوگا، اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ انگریز نے جب حق طلاق مردوں اور عورتوں کو مساوی طور پر دے دیا تو ان کے یہاں شرح طلاق کئی گنا بڑھ گئی اور مسلمانوں کی نسبت اس میں کئی گنا اضافہ ہوگیا۔

۲۔ اسلام نے نان و نفقہ اور مہر وغیرہ کی ذمہ داری شوہر ہی پر عائد کی ہے، اس لئے حق طلاق اسی کے ہاتھ میں دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض و بما أنفقوا من أموالهم﴾ (النساء: ۳۴)

یعنی مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ انھوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

اور اگر حق طلاق عورت کے ہاتھ میں ہوتا تو وہ حرص و طمع میں پڑ کر حصول مہر کے لئے یکے بعد دیگرے بکثرت شادیاں کرتی اور طلاق لیتی، تو اس طرح سے طلاق کا وقوع بکثرت ہوتا اور ازدواجی زندگی کا سکون و اطمینان درہم برہم ہوجاتا۔

۳۔ اسی طرح اگر حق طلاق مرد کی طرح عورت کو بھی دے دیا جاتا تو لامحالہ طلاق کی شرح میں ناقابل یقین حد تک اضافہ ہوجاتا کیونکہ عورت مرد کی نسبت جلد غصہ میں آجاتی ہے، جلد ناراض ہوجاتی ہے، عورت کے سریع الغضب اور جلد ناراض ہونے کی ایک مثال حدیث میں موجود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

''لو أسنت إلى إحداهن الدهر ثم رأت منك شيئا

قالت ما رأيت منك خيرا قط ''(بخاری:۵۱۹۷، کتاب النکاح، باب کفران العشیر)

یعنی تم ایک عورت کے ساتھ عمر بھر بھلائی کرتے رہو لیکن اگر وہ کسی وقت تم سے کوئی معمولی بات خلاف طبیعت دیکھ لے گی تو فوراً کہہ اٹھے گی کہ میں نے تو کبھی تیرے ہاں سکھ دیکھا ہی نہیں۔(**ماخوذ از فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء ۲۰/۹**)

احکام طلاق کی ایک شق (حق طلاق کس کو) کا یہ قانون شرعی ہے اوراس کی چند حالتیں ہیں جن کے التزام سے اہل اسلام میں شرح طلاق بہت کم ہوگی اور کم سے کم رہے گی ان شاء اللہ، لیکن اس بارے میں وضعی قانون (مرد وزن کا مساوی حق) پر ایک نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ غیر مسلم میں شرح طلاق بہت زیادہ ہے۔

حافظ عمران لاہوری لکھتے ہیں:

''سپین کی عدالت دیوان نے ایک مرتبہ ایک تاریخ میں (۲۹۴) نکاح فسخ کئے۔۱۸۴۴ء میں طلاق کا نیا قانون پاس ہوا تھا اس میں (۴۰۰۰) طلاقیں ہوئی تھیں، ۱۹۰۰ء میں تعداد (۵۰۰۰) تک پہنچ گئی، ۱۹۱۳ء میں (۱۶۰۰۰) اور ۱۹۳۱ء میں (۲۱۰۰۰)''

یہ ایک جگہ کی مثال ہے ورنہ اگر ساری جگہوں کی مثالیں اکٹھا کی جائیں تو معلوم ہوگا کہ طلاق کے وضعی قانون کی وجہ سے معاشرہ پر بہت بڑی ضرب پڑی اوراس سے امن وسکون غارت ہوگیا۔

خلع اسلام کے عادلانہ نظام کا ایک درخشاں پہلو:

اسلام دین قیم اور رحمت ہے، اس کا سارا نظام عدل وانصاف سے مملوء ہے چنانچہ اس نے جس طرح شوہر کو چند شروط کے ساتھ حق طلاق عطا کیا ہے اسی طرح عورت کو بھی چند قیود کے ساتھ حق خلع وفسخ دیا ہے تاکہ دونوں ظلم کی چکی میں نہ پستے رہیں۔حق طلاق صرف شوہر کو ہے اس کی تفصیل تو بقدر ضرورت گزر چکی اب ذیل میں ہم خلع کی بھی وضاحت بقدر ضرورت کریں گے وباللہ التوفیق۔

خلع کا لغوی وشرعی معنی:

لفظ خلع، خلع الثوب سے ماخوذ ہے، یعنی کپڑے یا لباس کا اتار دینا۔اوراس کا شرعی معنی یہ ہے کہ عورت شوہر کو ناپسند کرتی ہو اوراس کے ساتھ نباہ محال ہوجائے تو مہر میں وصول کی ہوئی رقم پوری یا کچھ شوہر کو واپس کردے کہ اس سے علیحدگی اختیار کرلے۔

خلع کا جواز وثبوت:

خلع کتاب وسنت اوراجماع امت سے ثابت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿**فلا جناح عليها فيما افتدت به**﴾(البقرہ:۲۲۹)

یعنی عورت علیحدگی اختیار کرنے کے لئے کچھ دے دے تو اس میں دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔

(۲) ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اورعرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے ان کے اخلاق اور دین کی وجہ سے ان سے کوئی شکایت نہیں ہے، البتہ میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں (کیونکہ ان کے ساتھ رہ کر ان کے حقوق زوجیت ادا نہیں کرسکتی) اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تم ان کا باغ (جو انہوں نے بطور مہر دیا تھا) واپس کرسکتی ہو؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ باغ قبول کرلو، اور انھیں ایک طلاق دے دو۔(بخاری،۵۲۷۳، کتاب الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ)

(۳) اس کے معتبر ہونے پر اجماع ہے (نیل الأوطار ۳۴۲/۴)

اگر خلع کی صورت بھی ناکام ہوگئی تو عورت شرعی عدالت یا اسلامی پنچایت میں اپنا نکاح فسخ کرواسکتی ہے۔

(فسخ نکاح اور خلع کی بحث ضمناً ہے تاکہ جدائی کے سلسلہ میں اسلام کے عادلانہ نظام کو واشگاف کیا جاسکے کہ جس طرح مردوں کو جدائی کا حق ہے اسی طرح عورتوں کو بھی ہے)

اسلام میں چار شادیوں کی اجازت

مفتی سہیل احمد رحمانی قاسمی (مفتی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ)

نکاح صرف ایک شخصی ضرورت، فطری خواہش کی تکمیل اور ذاتی معاہدہ ومعاملہ نہیں ہے بلکہ معاشرہ انسانی کے وجود وبقاء کا ایک بنیادی ستون ہے اور شرعی نقطہ نگاہ سے اس کو عبادت کا مقام بھی حاصل ہے، نکاح کے اہم ترین مقاصد میں عفت و پاکدامنی کا تحفظ اور نسل انسانی کی افزائش کے ساتھ ساتھ قلبی وروحانی اطمینان وسکون کی حصولیابی ہے۔ شرعی نقطہ نگاہ سے نکاح کی بڑی فضیلت واہمیت حاصل ہے نکاح کی اہمیت وضرورت کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر شریعت محمدیؐ تک کوئی ایسی شریعت نہیں گذری ہے، جو نکاح کے حکم سے خالی رہی ہو، نیز ایسی کوئی عبادت نہیں ہے جو حضرت آدم سے لے کر ابتک مشروع ہو، اور جنت میں بھی باقی رہے۔ سواء نکاح، اور ایمان کے۔ چنانچہ تمام آسمانی شریعتوں میں مرد وعورت کا باہم اجتماع ایک خاص ضابطہ اور معاہدہ کے تحت مشروع رہا ہے، اور بغیر اس معاہدہ کے مرد وعورت کا باہمی اجتماع کسی بھی شریعت ومذہب میں جائز قرار نہیں دیا گیا، البتہ اس معاہدہ کی صورتیں مختلف رہی ہیں، اور اس کے شرائط واحکام بدلتے رہے ہیں، لیکن رشتہ نکاح کی اہمیت وضرورت ہمیشہ اپنی جگہ برقرار رہی ہے، جس سے انکار کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، چونکہ نکاح کے ذریعہ جائز وباوقار طریقہ سے انسان کی جنسی ضرورت کی تکمیل ہوتی ہے، نکاح عصمت وعفت کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔

نکاح ہی کے ذریعہ پاکیزہ سماج ومعاشرہ وجود میں آتا ہے، نکاح ہی کے ذریعہ خاندان کی تشکیل ہوتی ہے روحانی وجسمانی سکون کا ذریعہ ہے، لیکن ہر انسان کی حالت یکساں نہیں ہوتی ہے بلکہ، مزاج حالات، اور کیفیات کی وجہ سے مختلف ہوتی ہیں، اس لئے نکاح کی حیثیت اسی اعتبار سے متعین کی گئی ہے، ہر وہ آدمی جو حسن معاشرت کے ساتھ حقوق زوجیت ادا کرنے اور مہر ونفقہ اور سکنیٰ مہیا کرنے پر قادر ہے اور نکاح نہ کرنے کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہونے کا یقین ہے تو اس کے لئے نکاح کرنا فرض ہے، اور اگر گناہ میں مبتلا ہونے کا ظن غالب ہے تو اس کے لئے نکاح واجب ہے، ان دونوں صورتوں میں ترک نکاح گناہ ہے۔

اگر حالات معتدل اور درمیانی ہے یعنی گناہ میں مبتلا ہونے کا نہ تو یقین ہے نہ ہی اندیشہ اور خطرہ ہے اور بیوی کے حقوق ادا کرنے پر قدرت ہے تو نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے، اس صورت میں نکاح نہ کرنے کی وجہ سے ترک سنت کا گناہ ہوگا۔

اور اگر حقوق ادا کرنے پر قدرت نہیں ہے اور نکاح کرنے کی صورت میں بیوی پر ظلم کا اندیشہ بھی ہے تو ایسی صورت میں نکاح مکروہ تحریمی ہے، اور اگر ظلم کا یقین ہو تو نکاح حرام ہے۔

جو لوگ انسانوں کی فطرت اور مختلف طبقات کے حالات سے واقف ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بہت سارے لوگ اپنی طبیعت اور مزاج کے لحاظ سے یا اپنی بیوی کے مخصوص حالات کی وجہ سے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر انہیں ایک سے زائد بیوی رکھنے کی اجازت نہ ہو تو اس کا بڑا خطرہ ہے کہ وہ حرام میں مبتلا ہو جائیں، اس لئے جن آسمانی شریعتوں میں زنا حرام اور سنگین جرم قرار دیا گیا ہے انھیں عام طور سے ایک سے زیادہ شادی کی اجازت رہی ہے۔

اسلامی شریعت میں زنا سخت ترین گناہ اور سنگین جرم ہے اس کی سزا شادی شدہ کے لئے سنگساری ہے، ایسی جامع اور دائمی شریعت میں اگر کسی حال میں تعدد ازدواج کی اجازت نہ ہو تو انسان پر قانون کی بہت

بڑی زیادتی ہوگی، جن مغربی ملکوں قوموں اور معاشروں میں تعدد ازدواج کی بالکل گنجائش نہیں ہے وہاں زنا اور حرام کاری کو قانونی جواز حاصل ہے جس کا نتیجہ ہے کہ وہاں زنا کی کثرت ہے اور یہ کوئی معیوب بھی نہیں ہے۔

عرب میں کثرت زوجات کا رواج اسلام سے پہلے سے تھا اور کوئی حد بندی نہیں تھی، اسلام نے اس کو روکا اور لامحدود کو محدود بنایا، اور کثرت زوجات کے لئے چار کی حد مقرر کی جبکہ یہودیوں کے یہاں بھی اس کی کوئی حد مقرر نہیں تھی، یہ اسلام ہی کی خصوصیت ہے کہ اس نے مذاہب عالم کے مقابلہ میں اس کی ایک حد مقرر کردی، قرآن مجید میں چار تک کی اجازت دے کر فرمایا گیا۔ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة. اگر یہ اندیشہ ہو کہ تم اپنی بیوی کے ساتھ عدل نہ کرسکو گے تو صرف ایک پر اکتفا کرو۔ پھر فرمایا ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم تم کبھی اپنی بیویوں کے درمیان عدل نہیں کرسکو گے اگر چہ تم خود بھی ایسا کرنا چاہو۔

قبیلہ بنو ثقیف کا سردار عروہ بن مسعود ثقفیؓ مشرف بہ اسلام ہوئے تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے پاس دس بیویاں ہیں، تو حضورؐ نے فرمایا: ان میں سے چار کو رکھ کر باقی کو طلاق دیدو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

روی البخاری باسناده ان غیلان بن سلمة الثقفی اسلم وتحته عشرنسوة فقال له النبی صلی الله علیه وسلم اختر منهن اربعا (صحیح البخاری)

عمیرہ الاسدی اسلام لانے سے قبل آٹھ بیویاں رکھتا تھا، اسلام لانے کے بعد اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو حضور نے فرمایا کہ ان میں سے چار کو پسند کرلو (اور باقی کو چھوڑ دو)

روی ابو داؤد باسناده ان عمیرة الاسدی قال اسلمت وعندی ثمانی نسوة فذکرت ذالک للنبی صلی الله علیه وسلم فقال اختر منهن اربعا (ابو داؤد)

یہ روایات اس بات پر واضح دلیل ہیں کہ اسلام سے قبل بیویوں کے سلسلہ میں کوئی حد بندی نہیں تھی ایک آدمی کم وبیش آٹھ دس بیویاں رکھتا تھا۔

دنیا کے تمام مذاہب نے ایک سے زیادہ بیوی کو قانونی حیثیت دی ہے۔

مشہور اسلامی اسکالر اور محقق ڈاکٹر مصطفی سباعی شامی مرحوم اپنی کتاب "المرأة بین الفقه و القانون" میں تحریر فرماتے ہیں کہ تمام قدیم اقوام مثلا یونانیوں، چینیوں، ہندوؤں، بابلیوں، اشوریوں اور مصریوں میں بھی اس کا رواج موجود تھا لیکن بیویوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں تھی، چینی مذہب۔ لیکی۔ میں ایک سوتیس بیویاں رکھنے کی اجازت تھی، اور بعض چینی سربراہوں کے یہاں تین ہزار بیویاں تھیں اسکے علاوہ یہودی مذہب میں بھی بغیر کسی حد کے بیویاں رکھنے کی اجازت تھی۔ (ص ۷۱)

قدیم ہندوستان میں بھی ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا چلن تھا۔

۱۔ شری رام چندر جی کی اولاد مہاراجہ دسرتھ کی تین بیویاں تھیں،

پٹ رانی کوشلیا والدہ رام چندر جی

رانی سمترا۔ والدہ لچھمن جی

رانی کئی کئی۔ والدہ بھرت جی

۲۔ شری کرشن جی کی، جو اوتاروں میں سولہ کلاں سپورن تھے، سیکڑوں بیویاں تھیں۔ لالہ لاجپت رائے آنجہانی نے اپنی کتاب کرشن چرتر، میں ۱۸ کا تذکرہ کیا ہے۔

۳۔ راجا پانڈو کے جو مشہور پانڈوں کا جداعلیٰ ہے دو بیویاں تھیں

کنتی۔ والدہ یدہشتر وبھیم سین وارجن

مادری۔ والدہ نکل، وسہدیو

۴۔ راجا شنتن کی دو بیویاں تھی۔

گنگا۔ والدہ بھیکم

ستیہ وتی۔ والدہ چتر انگد وبچترا یرج پسران شنتن، نیز والدہ بیاس جی پسر پراشر کھیشر

۵۔بچھترا یرج کی دو بیویاں اور ایک لونڈی تھی۔

امبکا۔والدہ دھرتراشٹ، پسر بیاس جی

امبالکا۔والدہ پانڈو پسر بیاس جی

لونڈی۔ والدہ بدر بن بیاس جی۔ (رحمۃ للعالمین قاضی محمد سلیمان منصور پوری حصہ دوم ۱۲۷)

تعدداز دواج کی اجازت صرف اسلام ہی نے نہیں دی ہے بلکہ یہ رواج اسلام سے قبل تمام متمدن مذاہب میں کسی شرط اور حد کے بغیر پہلے سے موجود تھی۔اسلام نے رخصت اور اجازت نہیں دی بلکہ پہلے سے موجود رواج کی تحدید چار تک کی اور عدل کے ساتھ مشروط کیا، جو مذہبی اور انسانی تاریخ میں اسلام کا قابل فخر کارنامہ ہے اور اسلام ہی کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔ ہندو، عیسائیوں یہودیوں کے یہاں مذہبی سند کے ساتھ موجود ہے۔عیسائی مذہب میں تعدداز دواج کی با قاعدہ اجازت ہے۔ (منوسمرتی ادھیائے ۹ رشلوک ۸۰۔۸۲)

یہودی مذہب میں بھی ہے ۔ (عہد نامہ قدیم اشتہاء باب ۲۱ر آیت ۱۵)

یورپ میں تو یہ رواج آزادی کے ساتھ بلا نکاح وشادی کے بڑے پیمانے پر موجود ہے، از دواجی رشتہ ممنوع اور ناجائز کی آزادی ہے۔ مسٹر ڈیون پورٹ جو ایک مشہور عیسائی فاضل ہے۔انجیل کی مختلف آیتوں کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں، ان آیتوں سے واضح ہوتا ہے کہ تعدداز دواج صرف پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خدانے اس میں خاص برکت دی ہے۔ (معارف القرآن)

تاریخ ہندوستان میں پنڈت منوہر لال لکھتے ہیں، بعض صوبوں میں ایک عورت کے کئی خاوند تھے اور بعض مرد ایسے تھے کہ انہوں نے محض ہوس رانی اور تفریح طبع کی خاطر تیں، چالیس عورتوں کو بیوی بنا رکھا تھا۔

پنڈت رگھناتھ داس مارواڑی: اپنی کتاب بھارت کتھا میں لکھتے ہیں۔

۶۱۲ء تک میواڑ، راجپوتانہ اور مارواڑ، میں عورتوں کی جو حالت تھی اس کو دیکھ کر انسانیت وتہذیب اپنی آنکھیں بند کر لیتی تھی، مارواڑ کے ایک شریف خاندان میں چار بھائیوں کی صرف ایک بیوی تھی، جب وہ حاملہ ہوتی تو چاروں بھائی آپس میں تکرار کرتے اور یہ فیصلہ کرنا دشوار تھا کہ حمل کس کا ہے۔

مادھو پور کے ایک شریف خاندان کا یہ معمول تھا کہ عورتیں دن بھر اپنے کاموں میں مشغول رہتی تھیں اور رات کو عصمت فروشی کے مراکز میں پہونچ کر شوقین مزاج آدمیوں سے ہم آغوش ہوتی تھیں۔

راجپوتانہ کی ایک مشہور ریاست میں راقم الحروف نے خود مشاہدہ کیا کہ وہاں بکثرت عیاشی کے مراکز قائم ہیں، جہاں شب کے وقت اعلیٰ خاندانوں کی عورتیں عصمت فروشی کے لئے آتی ہیں، رات کے بارہ بجے تک مشغول رہنے کے بعد واپس چلی جاتی ہیں۔(ماخود، مسلمان میاں بیوی کے حقوق-ریحانہ فاروقی)

علامہ احمد صالح جزائری، تمدن عرب پر ایک نظر میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

مرد جس قدر عورتوں سے شادی کرنا چاہتا کر سکتا تھا، قبیلہ بنوسعد عرب کا ایک مشہور قبیلہ تھا اس کے ایک مرد نے چالیس عورتوں سے شادیاں کی اور دس برس کے بعد سب کو طلاق دے دی۔مزید لکھتے ہیں، اسلام سے قبل عرب کے گوشے، گوشے میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا رواج تھا، ہر مالدار اور طاقتور آدمی کے پاس بیس پچیس عورتیں تھی، جن کے حقوق پامال ہو رہے تھے، اور انہیں خواہشات نفسانی کی تکمیل کا آلہ سمجھا جاتا تھا۔

قرآن نے معاشرہ کو اس ظلم وزیادتی سے نجات دلانے اور اس وحشیانہ رواج کو روکنے کے لئے چار عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت دی جس سے اس کا منشا حقیقتا عورت کی عزت کا تحفظ اور غیر محدود ازواج کی بندش ہے، حق سبحانہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمادیا ہے۔اگر تم کو اس بات کا ڈر ہو کہ کئی بیویوں میں برابری کا برتاؤ نہ کر سکو گے تو صرف ایک ہی شادی کرو۔

اسلام نے مصلحتاً چار شادی کی اجازت ضرور دی ہے لیکن یہ حکم

نہیں دیا ہے کہ چار شادی ضرور کرو، بلکہ اجازت ہے وہ بھی مشروط، اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ اگر تم کو انصاف نہ کرنے کا خوف ہو تو صرف ایک عورت سے نکاح کرو۔

مشہور فرانسی مؤرخ ڈاکٹر لیبان نے اپنی کتاب تمدن عرب میں لکھا ہے۔

اسلام سے قبل ایک مرد سو، سو بیویاں رکھتا تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے میں حد بندی کی ہر قبیلے کے سردار کو یہ اختیار تھا کہ جتنی عورتوں سے چاہتا شادی کر لیتا مگر داعی اسلام نے زیادہ سے زیادہ چار کی قید لگائی، اور ساتھ ہی ایک اور شدید قید کا اضافہ کر کے ایک شادی پر مجبور کر دیا، یعنی عدل کرنے کی سخت تاکید فرمائی، چونکہ چار عورتوں میں عدل بہت دشوار تھا اس لئے مجبوراً ایک ہی پر اکتفا کرنی پڑتی ہے۔

حضرت مولانا مفتی شفیع احمدؒ معارف القرآن میں آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ایک سے زائد نکاح کرنا اسی صورت میں جائز اور مناسب ہے جبکہ حکم خداوندی کے مطابق بیویوں کے درمیان برابری کر سکے اور تمام کے حقوق کا لحاظ رکھ سکے، قرآن نے بیک وقت عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے لیکن ان بیویوں کے درمیان عدل ومساوات قائم رکھنا واجب ہے اس کے خلاف کرنا گناہ عظیم ہے، اگر یہ احتمال غالب ہو کہ سب کے حقوق عدل ومساوات کے ساتھ قائم نہیں کر سکے گا، تو ایک سے زائد نکاح کرنا اپنے آپ کو گناہ عظیم میں مبتلا کرنے پر اقدام کرنا ہے۔ اس سے باز رہنا چاہیے اور ایک ہی پر اکتفا کرنا چاہیے۔

آج مسلم خواتین کی ہمدردی کا شور مچانے والے نام نہاد اصحاب علم ودانش اور روشن خیال حضرات جو ہنگامہ کرتے ہیں انہیں اسلام میں چار شادیوں کی اجازت بھی کرب واضطراب میں مبتلا کرتی ہے۔

آیئے ذرا حقائق کا جائزہ لیں۔

باگن بہرائی بی جے پی کے مشہور لیڈر ہیں جو چار بار لوک سبھا کے ممبر رہ چکے ہیں، ۷۵/بیویاں تبدیل کر چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ جنسی تسکین کے لئے نہیں بلکہ شادیاں اس لئے کرتے ہیں کہ وہ خوبصورت لڑکیوں کی پرستش کرتے ہیں۔

خوبصورت عورتوں کے پرستار باگن بہرائی کا شمار بھارتی جنتا پارٹی کے آدی باسی اور سنگھ پریوار لوگوں کی نظر میں بن باسی لیڈروں میں ہوتا رہا ہے۔ ۱۹۹۱ء میں بھارتی جنتا پارٹی میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا جو بقول ان کے بھگوانوں کی پارٹی ہے۔

سابق مرکزی وزیر حکم دیونرائن یادو کا شمار بھی ایک سے زائد شادی کرنے والوں میں ہوتا ہے وہ صاف طور پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ہندو میرج ایکٹ میں ترمیم کر کے ایک سے زائد شادیوں کی باقاعدہ گنجائش نکالنی چاہئے وہ آئین کس کام کا جو مردوں کو درجنوں داشتائیں رکھنے کی اجازت تو دیتا ہے مگر ایک سے زائد شادی کی اجازت نہیں دیتا۔

باگن بہرائی، حکم دیونرائن یادو، کے علاوہ رام بلاس پاسوان، مادھوسنگھ، سوریہ نرائن یادو، ایم پی سابق گورنر بھیشم نرائن سنگھ، دگ وجے سنگھ، یہ وہ لیڈران ہیں جن کا تعلق بھگوانوں کی پارٹی سے اور ایک سے زائد شادیاں کر رکھی ہیں۔ (سہ روزہ دعوت ۱۶/نومبر ۲۰۱۵ء)

تعدد ازدواج کے خلاف ہنگامہ کرنے والے حضرات حق و صداقت کے ساتھ سنجیدگی سے غور کریں تو انہیں یہ بات یقیناً سمجھ میں آجائے گی کہ تعدد ازدواج گناہوں کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ گناہوں کے دلدل سے بچنے کا معقول ترین ذریعہ اور فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔

اسلام نے چار شادیوں کی جو مشروط اجازت دی ہے، اس کا مقصد فطرت انسانی کے تقاضوں کی تکمیل اور سماج کو داشتاؤں کی لعنت سے بچانا ہے۔

کچھ غیر معمولی حالات انسان کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ایک زوجگی کے حصار کو توڑ دے، ان حالات میں اس کے سامنے دو ہی راستے ہیں ایک تو یہ ہے کہ وہ جنسی بے راہ روی کو اپنا شعار بنا لے اور (بقیہ صفحہ ۵ / پر)

مذہبی رہنماؤں کی دانشمندی کا امتحان

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (سکریٹری بورڈ)

اسلام اور مسلمانوں سے عداوت رکھنے والی طاقتیں شروع سے اس بات کے لیے کوشاں رہی ہیں کہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کیا جائے؛ تا کہ ان کی طاقت بکھر جائے، افسوس کہ خود مسلمانوں میں کچھ ایسے افراد ان کے آلۂ کار بن جاتے ہیں، جو کچھ متاعِ حقیر کے بدلے اپنے ضمیر کا سودا کر لیتے ہیں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف ابھارنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو بعض کاموں کو نیک کام سمجھ کر بڑے جوش و جذبہ کے ساتھ انجام دیتے ہیں؛ حالانکہ یہ ملت کے لیے نقصان کا سودا ہوتا ہے اور اس سے بالواسطہ طور پر اعداءِ اسلام کو تقویت پہونچتی ہے۔

اس طرح کی سازشوں کا شکار زیادہ تر مذہبی لوگ ہوتے ہیں، ان کے مذہبی جذبات کو بھڑکایا جاتا ہے، پھر اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے غیر اہم یا کم اہم باتوں کے سلسلہ میں ان کو باور کرایا جاتا ہے کہ اِس وقت کا سب سے اہم کام یہی ہے، اور یہ مسائل عموماً ایسے ہوتے ہیں، جن میں امت کے درمیان اختلاف رائے رہا ہے، اِن مسائل میں کچھ اس طرح اکسایا جاتا ہے کہ وہ اشتعال انگیز تقریریں کرنے لگتے ہیں، جذباتی مضامین لکھتے ہیں، مباحثے و مناظرے کرتے ہیں، فریق مخالف پر تیز و تند تبصرے کرتے ہیں اور ان کا استہزاء کر کے اپنے نفس کی تسکین کرتے ہیں، اس سے دو بڑے نقصانات ہوتے ہیں، ایک یہ کہ حقیقی مسائل کی طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے، دوسرے امت میں اختلاف بڑھتا ہے اور بعض اوقات زبان و قلم کی جنگ سے بڑھ کر نوبت مار پیٹ اور قتل و قتال تک آجاتی ہے، اس وقت دنیا کے مختلف خطوں میں خود اسلام کے نام پر دہشت گردی کے جو واقعات پیش آرہے ہیں، ان کا پس منظر یہی ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں ایسی تحریکوں کی قیادت ہے، وہ تو دانستہ طور پر یہود و نصاریٰ کے آلۂ کار ہیں؛ لیکن جو لوگ ان کے تحت کام کر رہے ہیں، وہ اسی طرح کی اکساہٹ کا شکار ہیں اور اپنی غیر اسلامی حرکتوں کو اسلام کی بیش قیمت خدمت سمجھ کر انجام دے رہے ہیں۔

ہمارے ملک میں بھی کوشش کی جا رہی ہے کہ اسی طرح کی صورت حال پیدا کی جائے اور مسلمانوں کے مسلکی اختلافات کو ابھارا جائے، ان حالات میں بریلوی مکتب فکر کے نمائندہ حضرت مولانا توقیر رضا خان صاحب کا دیوبند شریف لے جانا ایک غیر معمولی اور خوش آئند واقعہ ہے، اور یہ یقیناً ان کی دانشمندی اور زمانہ آگہی کا ثبوت ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہتر اجر عطا فرمائے، تاہم ایسی پہل کو سبوتاج کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور شاید اس کوشش میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائے؛ تا کہ مسلمانوں کے مسلکی اختلافات کو نمایاں کیا جائے، اس کی ایک مثال اس وقت تین طلاقوں کا مسئلہ ہے، ہمارے ملک کی برسر اقتدار فرقہ پرست پارٹی کے منشور میں یہ بات شامل ہے کہ مسلم پرسنل لا کو ختم کر دیا جائے اور ملک میں بسنے والے تمام لوگوں کے لیے ''کامن سول کوڈ'' بنایا جائے، اس لیے تعدد ازدواج اور طلاق وغیرہ کے مسئلہ پر پہلے سے اعتراض ہوتا رہا ہے، لیکن اس بار میڈیا نے خاص طور پر تین طلاقوں کے مسئلہ کو اپنا موضوع بنایا ہے، اس کو عورتوں سے ہمدردی کا تقاضہ قرار دیتے ہوئے

بعض نام نہاد آوارہ خیال مسلم خواتین کو مسلم پرسنل لا کے خلاف کھڑا کیا جارہا ہے، گویا مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے، بیف کی تہمت لگا کر برسرعام ایک مسلمان کو قتل کردیا گیا، مسلمان نوجوانوں کو گائے کا گوبر کھانے اور پیشاب پینے پر مجبور کیا گیا اور سنگھ پریوار سے تعلق رکھنے والی تنظیموں کے کارکنوں نے برسرعام ان حرکتوں کو جائز ٹھہرایا، فسادات میں مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا، نہ جانے کتنے بے قصور مسلم نوجوانوں کو گرفتار کیا گیا، مگر ایسے مواقع پر میڈیا میں سرسری طور پر ان کا ذکر ہوتا ہے اور جلد ہی اس کی بساط لپیٹ دی جاتی ہے، لیکن تین طلاقوں کا مسئلہ جو کہیں اکادکا پیش آتا ہے، اُس پر اِس طرح آہ و واویلا کی جارہی ہے گویا یہی مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ ہے، یہ کھلی ہوئی زیادتی، اسلام کو بدنام کرنے کی دانستہ کوشش اور منظم سازش ہے، اور تین طلاقوں کے مسئلہ کو خاص طور پر اس لیے اٹھایا گیا ہے کہ اس مسئلہ میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے، علماء کو اس حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

ایسے مسائل میں ہمارا رویہ یہ ہونا چاہئے کہ اول تو ہم اعراض اور پہلوتہی کا راستہ اختیار کریں کہ اگر کوئی اختلافی سوال اٹھایا جائے تو اس کا جواب دینے سے گریز کیا جائے اور سوال کا رخ بدل دیا جائے، مثلاً اگر میڈیا میں یہ دریافت کیا جائے کہ تین طلاق مسلم خواتین کے لیے ایک بہت گمبھیر مسئلہ ہے، اس سے عورتیں بے سہارا ہوجاتی ہیں تو جواب دیا جائے کہ اصل مسئلہ یہ نہیں ہے، اصل مسئلہ یہ ہے کہ فرقہ وارانہ فسادات میں سینکڑوں مسلمان عورتوں کی بے حرمتی کی گئی، صرف گجرات کے فسادات میں دو ہزار مسلمان شہید کیے گئے، ان کی عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوگئے اور وہ آج تک بے سہارگی کی زندگی گزار رہے ہیں، آسام میں کتنے سارے مسلمان شہید کیے گئے اور ان کے گھر اجاڑ دیے گئے، مسلمانوں کا اور مسلم خواتین کا اصل مسئلہ یہ ہے، ایسے واقعات کے سدباب کے سلسلہ میں قانون سازی ہونی چاہیے، اسی طرح ہزاروں مسلم نوجوانوں کو جیل کی کوٹھریوں میں ڈال دیا گیا ہے، دس دس سال گزر گئے اور کوئی چارج شیٹ تک داخل نہیں کی گئی، ان کی بیویاں نیم بیوگی کی زندگی گزار رہی ہیں، ان کے بچوں کا حال ایسے یتیموں کا سا ہے جو باپ کی شفقت سے بھی محروم ہیں اور انہیں یتیم بھی نہیں سمجھا جاتا، مسلم معاشرہ کے اصل مسائل یہ ہیں، حکومت اور عدلیہ کو اس جانب توجہ دینی چاہیے، اور جو لوگ مسلم خواتین کی ہمدردی کا نعرہ لگارہے ہیں، اُن کو اِن بیچارہ و بے کس خواتین کے مسائل حل کرنے چاہییں، اعراض کے اس اسلوب سے مسلم خواتین کے اصل مسائل لوگوں کے سامنے آئیں گے اور مصنوعی طور پر جس بات کو مسئلہ بنایا جارہا ہے، اس کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹے گی، اگر آدمی ہر سوال کا جواب دینے لگے تو وہ مخالفین کی سازش کا شکار ہوجاتا ہے، قرآن مجید میں اس کی بڑی خوب مثال ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے سامنے اپنی دعوت پیش کی تو فرعون تو مسلمان نہیں ہوا؛ البتہ جن جادوگروں کو اس نے بلایا تھا، ان پر سچائی ظاہر ہوگئی اور وہ ایمان لے آئے تو آخری حربہ کے طور پر فرعون نے کہا کہ تمہارے بقول ان کا مسئلہ تو حل ہوگیا اور یہ اللہ کے عذاب سے بچ گئے؛ لیکن ان کے آباء واجداد کا کیا ہوگا؟ وہ تو ایمان لائے نہیں، تمہارے بقول کفر کی حالت میں دنیا سے چلے گئے، اس کا سیدھا سادہ جواب یہ تھا کہ ان کا بھی وہی حال ہوگا، جو دوسرے ایمان سے محروم لوگوں کا ہوگا، لیکن حضرت موسیٰؑ نے اعراض کا پہلو اختیار کرتے ہوئے فرمایا: ''**علمها عند ربي في كتاب لا يضل ربي و لا ينسىٰ**'' (طٰہٰ: ۵۲) ''میرے پروردگار کو اس کا علم ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، میرے پروردگار نہ غلطی کرتے ہیں اور نہ بھولتے ہیں''۔

غور فرمائیے کہ حضرت موسیٰؑ نے کس خوبصورتی کے ساتھ اس کی سازش کو ناکام کردیا اور ایسا جواب دیا جو غلط بھی نہیں تھا، اور فرعون جو چاہتا تھا کہ جادوگروں کو حضرت موسیٰؑ سے دور کردے، اس میں کامیاب بھی نہیں ہوسکا!

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایسے کسی اختلافی مسائل میں اظہار رائے کی نوبت آ ہی جائے تو مخالف نقطۂ نظر کے حامی لوگوں کے احترام کو باقی رکھتے ہوئے اوران کے نقطۂ نظر کے درست ہونے کے امکان کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی بات پیش کی جائے، اس سے اختلاف بڑھتا نہیں ہے، بحث کا دروازہ نہیں کھلتا اور ایک دوسرے کے خلاف تیز و تند ریمارک کرنے کی نوبت نہیں آتی؛ حالانکہ مخالفین کا مقصود یہی ہوتا ہے کہ وہ آپ کی زبان سے ایسی باتیں کہلائیں جو باہمی اختلافات کو بڑھانے کا باعث بنیں، قرآن مجید نے ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین مکہ سے مکالمہ کا اسلوب بتایا اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیلیں پیش کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ یوں کہیے: ''وانا او ایاکم لعلیٰ هدی أو في ضلٰل مبین'' (سبا:۲۴) ''ہم یا تم یا تو یقیناً ہدایت پر ہیں یا کھلی ہوئی گمراہی میں''۔

یہ نکتہ قابل غور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق و ہدایت پر ہونا بالکل واضح تھا، دوپہر کی دھوپ سے بھی زیادہ واضح، اور مشرکین کا غلطی پر ہونا بھی اسی درجہ واضح تھا، تو بظاہر جواب یہ ہونا چاہیے کہ ہم واضح ہدایت پر ہیں اور تم کھلی ہوئی گمرائی میں مبتلا ہو، لیکن قرآن نے ایک ایسا جواب دینا سکھایا، جس میں ایک درجہ میں فریق مخالف کی رعایت ہے، اور جس جواب سے توقع کی جاسکتی ہے کہ باہمی گفت وشنید کا سلسلہ جاری رہے گا اور گفتگو کا دروازہ بند نہیں ہوگا؛ کیونکہ دعوت دین کے لیے یہ بات ضروری ہے، تو جب کھلے ہوئے گمراہوں کو یہ بات کہی جاسکتی ہے تو کیا ایسے اختلافی مسائل میں جن میں دونوں فریق کے پاس قرآن و حدیث کی دلیلیں اور صحابہ وسلف صالحین کے فتاویٰ موجود ہیں، کیا اس طرح جواب نہیں دیا جاسکتا کہ اگر چہ اس مسئلہ میں ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے؛ لیکن دوسرے حضرات جو رائے رکھتے ہیں، وہ بھی بے بنیاد نہیں ہے، ان کے پاس بھی دلیلیں ہیں، اور اس مسئلہ کو ہمارے یہاں کوئی بڑی اہمیت حاصل نہیں ہے، یہ کہہ کر ہم اختلاف کی شدت کو کم کر سکتے ہیں اور اپنے مخالفین کی سازش کو ناکام بنا سکتے ہیں۔

ہمارا رویہ یہ ہونا چاہیے کہ ہم احتیاط، دوسرے فریق کے احترام اوران کے نقطۂ نظر کے پیچھے دلائل کا اعتراف کرتے ہوئے متفق علیہ نقطہ کو پیش کریں، اور لوگوں سے کہیں کہ اصل قابل توجہ مسئلہ یہ ہے، جس پر سبھوں کا اتفاق ہے، مثلاً تین طلاق کے مسئلہ پر ہماری گفتگو کا اسلوب یہ ہو کہ اس مسئلہ میں دو رائیں پائی جاتی ہیں، جمہور کی رائے یہ ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تینوں طلاقیں بھی واقع ہوجاتی ہیں، یہی نقطۂ نظر امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام بخاریؒ اور بیشتر محدثین وفقہاء کا ہے، دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہیں، یہ رائے امت کے بعض بڑے جلیل القدر علماء علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن القیمؒ کی ہے، اور دونوں کے پاس اپنے نقطۂ نظر کے دلائل موجود ہیں، لیکن اصل قابل توجہ مسئلہ یہ ہے کہ بلا وجہ تین طلاقوں کا دینا ہی غلط ہے، خواہ ایک ساتھ دی جائے یا الگ الگ، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عبادہ بن صامتؓ کا معاملہ آیا، جنہوں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا انہیں اللہ کا خوف نہیں؟ پھر آپ نے طلاق دینے کے اس انداز کو ظلم وعدوان قرار دیا، (مصنف عبدالرزاق، کتاب الطلاق، حدیث:۱۱۳۳۹) ایک اور واقعہ کا ذکر آیا ہے کہ آپ کو اطلاع دی گئی کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاق دے دی ہے تو آپ غصہ سے کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے: ''کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھلواڑ کیا جاتا ہے؛ حالانکہ ابھی میں تم لوگوں کے درمیان موجود ہوں''، آپ کا غصہ اس قدر بڑھا ہوا اور خلاف معمول تھا کہ ایک صاحب کھڑے ہوئے اور آپ سے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول! کیا میں اسے قتل ہی نہ کردوں؟ (سنن نسائی، کتاب الطلاق، حدیث:۳۴۰۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالت

حیض میں طلاق دے دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے عرض کیا کہ یہ تو میں نے ایک طلاق دی تھی، اگر میں نے تین طلاق دی ہوتی تو کیا ہوتا؟ آپ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں تم اپنے رب کی نافرمانی کرنے والے ہوتے اور تمہاری بیوی تم سے علیٰحدہ ہو جاتی، (سنن دارقطنی، کتاب الطلاق والخلع والایلاء:۳۲/۴) حضرت عمرؓ کی خدمت میں اگر ایسا کوئی شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی ہو تو سر پر کوڑے لگواتے اور خوب پٹائی کرتے، (مصنف عبدالرزاق، باب المطلّق ثلاثاً، حدیث:۱۱۳۴۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک صاحب آئے اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاق دے دی ہے، تو فرمایا تین طلاق سے تمہاری بیوی بائنہ ہوگئی اور یہ تمام ہی طلاقیں اللہ کی نافرمانی ہیں: ''وسائرهن معصية''(مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الطلاق، حدیث:۱۷۸۰۰) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک صاحب نے دریافت کیا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی ہے، تو فرمایا کہ تمہارے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الطلاق، حدیث:۱۸۰۸۸)

اسی لیے فقہاء بھی اس بات پر قریب قریب متفق ہیں کہ ایک ساتھ تین طلاق دینا ناپسندیدہ طریقہ ہے، امام کرخیؒ سے منقول ہے کہ اہل علم کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ایک ساتھ تین طلاق دینا مکروہ ہے، (المبسوط، کتاب الطلاق:۶/۶) مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے جو حرام کے قریب ہوتا ہے، امام مالکؒ کے شاگرد عبدالرحمٰن بن قاسمؒ سے پوچھا گیا کہ کیا امام مالکؒ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دے دے؟ عبدالرحمٰنؒ نے جواب دیا کہ امام مالکؒ اس سے شدید کراہت کرتے تھے: ''كان يكره اشد الكراهية''(المدونہ، کتاب طلاق السنۃ:۳/۲) اور فقہاء مالکیہ کی اصطلاح میں امام مالکؒ جب کسی چیز کے بارے میں کہتے ہیں کہ میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں تو مکروہ سے ناجائز ہونا مراد ہوتا ہے، علامہ ابن تیمیہؒ کا بیان ہے کہ ایک ساتھ تین طلاق دینا اکثر صحابہ، تابعین اور بعد کے فقہاء امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حرام ہے، اور ایک قول امام احمدؒ کا بھی یہی ہے جس کو ان کے اکثر متبعین نے اختیار کیا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ، ہل یقع طلاق البدعۃ ام لا)(۶۷/۳۳)

غرض کہ اگرچہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے تین یا ایک ہونے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے؛ لیکن اس طریقے کے ناپسندیدہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، اس لیے ہماری کوششوں کا محور یہ ہونا چاہئے کہ لوگوں میں شعور پیدا کیا جائے کہ بلاضرورت طلاق نہ دی جائے، اور اگر طلاق دینے کی نوبت آہی جائے تو ایک طلاق پر اکتفاء کیا جائے، ہمیں اس کی مہم چلانی چاہیے؛ کیونکہ اگر تین طلاق کی شناعت اور برائی لوگوں کے سامنے نہیں رکھی گئی اور مزاج نہیں بدلا گیا تو ایک دفعہ طلاق دینے کے بجائے لوگ تین الگ الگ مجلسوں میں طلاق دیں گے، گھوم پھر کر تین بار طلاق کے الفاظ کہیں گے، اس لیے مزاج کو بدلنے کی ضرورت ہے کہ بلاضرورت طلاق دینا گناہ ہے اور تین طلاق دینا گناہ بالائے گناہ ہے، چاہے ایک ساتھ دی جائے یا الگ الگ۔

غرض کہ اس طرح کے اختلافی مسائل اسلام دشمن عناصر مسلمانوں کے اختلاف کو بڑھانے کے لیے، مسلکی اختلاف کو ہوا دینے اور مسلم سماج کو رسوا کرنے کے لیے اٹھا رہے ہیں، ہمیں ان کی نیت کو سمجھنا چاہیے اور ایسی دانشمندی کے ساتھ ایسے سوالات کا سامنا کرنا چاہیے کہ مخالفین اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں، درحقیقت یہ علماء کی فراست ایمانی، معاملہ فہمی اور دانشمندی کا امتحان ہے، کاش، مذہبی قائدین اس حقیقت کو پیش نظر رکھیں!

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ بورڈ لکھنؤ

مرتب: مولانا رضوان احمد ندوی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس بتاریخ ۱۷/اپریل ۲۰۱۶ء روز شنبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں درج ذیل اراکین عاملہ نے شرکت کی۔

۱۔ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب صدر بورڈ لکھنؤ

۲۔ حضرت مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب قبلہ مجتہد نائب صدر بورڈ لکھنؤ

۳۔ حضرت مولانا کاکا سعید احمد عمری صاحب نائب صدر بورڈ عمرآباد

۴۔ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب جنرل سکریٹری بورڈ مونگیر

۵۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ حیدرآباد

۶۔ مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب سکریٹری بورڈ جے پور

۷۔ جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب خازن بورڈ دہلی

۸۔ مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب لکھنؤ

۹۔ ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب دہلی

۱۰۔ مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب لکھنؤ

۱۱۔ مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب دہلی

۱۲۔ جناب محمد جعفر صاحب دہلی

۱۳۔ جناب کمال فاروقی صاحب دہلی

۱۴۔ مولانا احمد بن یعقوب دیولوی صاحب گجرات

۱۵۔ جناب ملک محمد ہاشم صاحب چنئی

۱۶۔ پروفیسر شکیل احمد صمدانی صاحب علی گڑھ

۱۷۔ مولانا حافظ سید اطہر علی صاحب ممبئی

۱۸۔ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب پٹنہ

۱۹۔ جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب ایڈوکیٹ ممبئی

۲۰۔ جناب ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ صاحب لکھنؤ

۲۱۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب لکھنؤ

۲۲۔ جناب رحیم الدین انصاری صاحب حیدرآباد

۲۳۔ مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب لکھنؤ

۲۴۔ جناب اسدالدین اویسی صاحب حیدرآباد

۲۵۔ مولانا ڈاکٹر یٰسین علی عثمانی بدایونی صاحب بدایوں

۲۶۔ جناب عارف مسعود صاحب بھوپال

۲۷۔ ڈاکٹر اسماء زہرا صاحبہ حیدرآباد

۲۸۔ محترمہ ڈاکٹر صفیہ نسیم صاحبہ لکھنؤ

۲۹۔ محترمہ نور جہاں شکیل صاحبہ کلکتہ

۳۰۔ محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ (مدعو خصوصی) دہلی

۳۱۔ محترمہ عظمیٰ عالم صاحبہ (مدعو خصوصی) کلکتہ

مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب کی تلاوت کلام پاک سے کارروائی کا آغاز ہوا، سابقہ اجلاس کی کارروائی کی توثیق کے بعد جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب (کارگذار) جنرل سکریٹری بورڈ نے فرمایا کہ امروہہ کی مجلس عاملہ کے بعد بورڈ کی دو مرکزی شخصیت محترم جناب محمد عبدالرحیم قریشی اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ اور بورڈ کے بانی ممبر جناب عبدالستار یوسف شیخ صاحب سکریٹری بورڈ نے ہم لوگوں کو داغ مفارقت دیدی، بلاشبہ جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ کی رحلت کے بعد یہ ایک بڑا سانحہ ہے۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحبؒ بورڈ کے فعال اور باصلاحیت اسسٹنٹ جنرل سکریٹری تھے، قانونی امور پر ان کی نظر بڑی گہری تھی ایک طویل عرصہ تک آپ نے بورڈ کی خدمت انجام دی۔ جناب عبدالستار یوسف شیخ صاحبؒ تحفظ شریعت کے

کارواں میں اول دن سے شریک رہے اور آخری عمر تک اپنی توانائی کو ملی مسائل کے حل میں صرف کرتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے ان کے علاوہ جناب احمد عصمت اللہ ایڈوکیٹ صاحب حیدرآباد (رکن بورڈ)، مولانا فضل الرحمٰن قاسمی صاحب حیدرآباد، مولانا سید انوار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی صاحب، مولانا عبدالاحد تاراپوری صاحب گجرات، مولانا عبدالباری ندوی صاحب بھٹکلی، مولانا ظفرالدین صاحب دہلی یہ حضرات اپنے اپنے علاقوں میں بااثر عالم دین تھے اور دین کی خدمت انجام دے رہے تھے اللہ تعالیٰ ان سبھوں کے درجات کو بلند فرمائے اور امت کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔ صدر بورڈ نے ان مرحومین کے لئے دعاء مغفرت کرائی۔

ایجنڈا (۴) کے تحت (کارگذار) جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے ۹ر دسمبر ۲۰۱۵ء کی مجلس عاملہ امروھہ کے بعد سے اب تک کی پیش قدمی رپورٹ کا خلاصہ پیش کیا، یہ رپورٹ ایک دن قبل ارکان کو فراہم کردی گئی تھی تاکہ معزز ارکان مطالعہ کرکے اجلاس میں تشریف لائیں، اس کے باوجود بعض ارکان نے خواہش ظاہر کی کہ اسکی تلخیص یہاں پیش کردی جائے۔ چنانچہ حضرت جنرل سکریٹری نے اس کا خلاصہ بیان کیا، انہوں نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ ۴ر ماہ کے عرصہ میں مجلس عاملہ امروھہ کے فیصلہ کے مطابق کئی اہم امور انجام پا چکے ہیں اور سلسلہ ہنوز جاری ہے خاص کر دین اور دستور بچاؤ تحریک کو پورے ملک میں منظّم کیا گیا اس کے بڑے بڑے اجتماعات ملک کے مرکزی مقامات پر منعقد ہوئے۔ اترپردیش کے شہر امروھہ، مہاراشٹر کے مہابلیشور، کولہاپور، آر کے نگر شیندا، ممبرا، بہار کے شہر سہرسہ، جھارکھنڈ کے شہر رانچی، آندھرا پردیش کے شہر کڑپہ، کرنول، مغربی بنگال کے شہر کلکتہ، دہلی کے علاقہ نریلا اور گجرات کے گھر وڈ میں کامیاب اجلاس ہوئے، مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب، مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب کے علاوہ مقامی ارکان بورڈ، علماء اور سماجی شخصیات کا بڑا تعاون رہا، مختلف مذاہب کے پیشوا کے بھی بیانات ہوئے جس سے ملک میں ایک عام بیداری آئی، لوگوں نے مسئلہ کی اہمیت ونزاکت کو محسوس کیا اور اسکو مزید منظّم کرنے پر زور دیا۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ موضوع کے پھیلاؤ اور بورڈ کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے مقررین حضرات نے خطاب کیا۔ کاموں کی وسعت و پھیلاؤ کے مدنظر نوجوان مقررین کی تربیت کے لئے حیدرآباد میں دو ورکشاپ بھی ہوئے جس میں ۵۰ر علماء نے شرکت کی جنہیں اس تحریک کے مزاج اور بورڈ کے نقطۂ نظر سے واقف کرایا گیا۔

کارگردگی رپورٹ میں بورڈ کی مختلف کمیٹیوں کی تازہ ترین پیش رفت کا خلاصہ بھی بیان کیا گیا جس میں کہا گیا کہ دارالقضاء کمیٹی کی طرف سے جنوری ۲۰۱۶ء میں بھنڈارہ مہاراشٹر اور مارچ ۲۰۱۶ء میں منیر ضلع بلیا یوپی میں نئے دارالقضاء قائم کئے گئے نیز ۵، ۶ اور ۷ر اپریل ۲۰۱۶ء کو پھلت ضلع مظفرنگر یوپی میں سہ روزہ تربیت قضا کا کامیاب پروگرام منعقد ہوا، اسی طرح تفہیم شریعت کمیٹی کے دو پروگرام ہوئے ایک پروگرام بہار کے ضلع سیتامڑھی میں اور دوسرا ترچی تامل ناڈو میں ہوا۔ آثار قدیمہ کی مساجد کمیٹی نے فوٹوگرافر اور سروے کا کام شروع کردیا ہے، انہوں نے کہا کہ لیگل کمیٹی کی تفصیلی رپورٹ جناب یوسف حاتم مچھالہ ایڈوکیٹ صاحب اور جناب ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ صاحب پیش کریں گے البتہ ممبئی ہائی کورٹ میں نذیر نورعلی جاریہ بنام مسلم پرسنل لا بورڈ والی درخواست میں مہاراشٹر میں قائم دارالقضاء کو چیلنج کیا گیا ہے یہ معاملہ زیر سماعت ہے اسکی اگلی تاریخ ۱۵ر جون مقرر کی گئی ہے، اسی طرح ذکیہ بیگم کام دار بنام حکومت مہاراشٹر ہے جس کا تعلق انسداد نکاح نابالغان ایکٹ ۲۰۰۶ء سے ہے بورڈ اس معاملہ میں فریق ہے اور عدالت میں ایک تفصیلی جواب داخل کرچکا ہے ایک اور معاملہ ہے کہ اتراکھنڈ کی رہنے والی سائرہ بانو نامی خاتون نے ایک رٹ پٹیشن اپنے شوہر کے خلاف دائر کی ہے جس میں تین طلاق، حلالہ اور تعدد ازدواج کو چیلنج کیا گیا ہے۔ آج کی مجلس میں ہم لوگوں کو فیصلہ کرنا ہے کہ اس کے خلاف بورڈ عدالت عالیہ سے رجوع کرے۔ یا کیا اقدام کیا جائے؟

(کارگذار) جنرل سکریٹری بورڈ نے اپنی رپورٹ میں ایک اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ ادھر کچھ عرصہ سے مسلمانوں کے آپسی اختلاف کو بڑھاوا دینے اور مختلف طبقات کو ایک دوسرے سے دور کرنے کی

کوشش کی جارہی ہے، یہ روش ماضی میں انگریزوں کی رہی ہے اور اب ایک مرتبہ پھر اسی نسخہ کو آزمایا جارہا ہے، یہ مسئلہ فوری توجہ کا ہے اور بورڈ کے بنیادی مقاصد سے متعلق ہے۔

اس کے بعد رپورٹ پر اظہار خیال کرتے ہوئے مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے کہا کہ رپورٹ بہت جامع اور مختصر ہے اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ کاموں کی رفتار بڑھی ہے، جناب قاسم رسول الیاس صاحب نے رپورٹ کو قابل قدر بتاتے ہوئے کہا کہ رپورٹ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہماری پوری توجہ دین اور دستور بچاؤ تحریک پر مرکوز رہی، جبکہ اصلاح معاشرہ تحریک ہمارا بنیادی شعبہ ہے اور اس رپورٹ میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ دین اور دستور بچاؤ تحریک ایک وقتی تحریک ہے اور یہ ہمارے دائرہ کار سے بھی علیحدہ ہے اسلئے بورڈ کو اپنے بنیادی مقاصد کو پیش نظر رکھنا ہے۔ مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب نے کہا کہ دین اور دستور بچاؤ تحریک کی جو لوگ مخالفت کررہے ہیں شاید وہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے براہ راست اس تحریک کے اجلاس میں شریک نہیں ہورہے ہیں جن لوگوں نے پہلے اس تحریک کے تعلق سے شبہ کا اظہار کیا اور پھر شریک اجلاس ہوئے تو ان کا ذہن صاف ہوگیا کیونکہ اس تحریک کے ذریعہ برادران وطن سے قربت بڑھی ہے اور دعوتی امکانات کے روشن پہلو سامنے آئے ہیں۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ نے کہا کہ جب بورڈ نے فیصلہ کرلیا ہے تو ہم لوگوں کو ایک سپاہی کی طرح کام کرنا چاہئے۔ البتہ دو باتیں پیش نظر رکھیں اول یہ کہ اس تحریک کا موضوع اور دائرہ دونوں وسیع ہے اور نتیجے تک پہونچنے میں خاصا وقت لگے گا اسلئے مدت کار کا تعین کرلینا چاہئے اور گفتگو کے دائرہ کار کو حقوق کے تحفظ تک محدود رکھنا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ دوسرے مذاہب کے پیشوا اپنی تقریروں میں برہمنیت کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں اور یہ ہمارے جلسوں کے اسٹیج سے کرتے ہیں جس سے ہمارا پیغام متاثر ہوتا ہے اور خواہ مخواہ اس پر سیاسی رنگ غالب آجاتا ہے اسلئے جلسہ کو سیاسی رخ دینے سے گریز کرنے کی تدبیروں پر غور کیا جانا چاہئے۔ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب نے کہا کہ دستور ہند میں دین کو قانونی تحفظ حاصل ہے اور یہی ہمارا مطالبہ ہے تا کہ ہم اس تحریک کے ذریعہ فرقہ پرستوں کی زبان کو بند کرسکیں۔ جناب ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ صاحب نے کہا کہ اس تحریک سے حکومت کے رویہ میں کوئی تبدیلی آجائیگی مجھے ایسی کوئی امید نہیں ہے، اب جنرل سکریٹری صاحب اس تحریک کو کیسے ایڈجسٹ کریں گے وہ خود اس پہلو پر غور کرلیں۔ مولانا سجاد نعمانی صاحب نے اس کے لئے لائحہ عمل تیار کرنے اور مقررین کے لئے کوئی گائڈ لائن بنانے کی ضرورت پر زور دیا تا کہ ہماری تحریک سیاسی رخ اختیار نہ کرسکے۔ جناب مولانا یٰسین علی عثمانی صاحب نے تحریک کے لئے وقت کا تعین کرنے اور آخری اجلاس دہلی میں طلب کرنے کا مشورہ دیا۔ جناب قاسم رسول الیاس صاحب نے پھر کہا کہ بورڈ اپنے دائرہ کار سے تجاوز کررہا ہے بورڈ متحدہ پلیٹ فارم ہے کوئی تنظیم نہیں ہے، دوسری تنظیمیں اس کام کو کررہی ہیں اگر بورڈ اپنے مقصد سے دور ہوگیا تو مسلمانوں کا بڑا نقصان ہوگا۔ (کارگذار) جنرل سکریٹری بورڈ نے کہا کہ اس تحریک کے آغاز کے وقت یوگا، سوریہ نمشکار، سرسوتی وندنا وغیرہ کے ذریعہ نئی نسل کے ذہن و دماغ کو بگاڑنے کی کوشش کی جارہی تھی، اس کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت کے لئے بورڈ نے اس تحریک کو چلانے کا فیصلہ کیا اور یہ بھی بورڈ کے دستور کا ہی ایک حصہ ہے، اب یہ تحریک چل پڑی ہے اور اس کے خوشگوار اثرات بھی ظاہر ہورہے ہیں تو اسکو جلد سمیٹ دینا مشکل نظر آرہا ہے، مرض جب تک رہتا ہے مریض کو دوا پلائی جاتی ہے البتہ اسکی مدت اگلی کسی میٹنگ میں طے ہوجائے گی۔ ابھی اس تحریک کو جاری رہنا چاہئے۔ شرکاء نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔

مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب نے کہا کہ رپورٹ میں اس بات پر تشویش کا اظہار کیا گیا کہ مسلکی اختلافات کی خلیج بہت بڑھ گئی ہے میرا خیال یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان مسالک کے اختلاف کو ختم کرنے کے لئے الگ الگ شہروں میں سمینار منعقد کئے جائیں، اس سے غلط فہمی دور ہوسکتی ہے کیونکہ دہلی میں صوفی کانفرنس کے بعد مسلمانوں میں بڑی بے چینی پیدا ہوگئی ہے، اس تجویز سے جناب شکیل احمد صمدانی صاحب نے اتفاق کیا۔ مولانا سجاد نعمانی صاحب نے کہا کہ ملت کے درمیان اتحاد کو فروغ دینا بورڈ کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے اسلئے میری رائے ہے کہ --- کاروان اتحاد

--- کے نام سے کوئی تحریک چلائی جائے، ماضی میں بھی ایسا ہوا آج کوئی طریقہ کار اور لائحہ عمل بن جانا چاہئے۔ (کارگذار) جنرل سکریٹری بورڈ نے مسئلہ کی نزاکت کی اہمیت کے پیش نظر کہا کہ اتحاد مسلک کے تعلق سے ایک لائحہ عمل تیار ہونا چاہئے اسلئے کہ یہ بات بہت اہم ہے، انہوں نے قاسم رسول الیاس صاحب کے اشکالات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اصلاح معاشرہ کی تحریک مضبوط انداز میں چل رہی ہے اور ۴/ ماہ کے عرصہ میں بہت کام ہوا ہے دشواری یہ ہے کہ اصلاح معاشرہ کا کنوینر ہی دستور بچاؤ تحریک کا کنوینر ہے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کہا کہ اس وقت دین اور دستور بچاؤ تحریک چل رہی ہے اگر کوئی دوسری تحریک چلتی ہے تو یہ تحریک متاثر ہوگی اسلئے میرا خیال ہے کہ صدر بورڈ اپنی سطح سے مختلف مسالک کے علماء سے رابطہ کریں اور ملک کے موجودہ حالات میں اتحاد بین المسلمین کی اہمیت سے انہیں واقف کرائیں اور بتلائیں کہ ہم سب اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں تاکہ اجتماعی قوت سے ملی مسائل کو حل کرنے میں مدد مل سکے۔ ائمہ مساجد اور خطباء حضرات بھی اس موضوع پر خطاب کریں۔ قاسم رسول الیاس صاحب نے کہا کہ بورڈ کے اندر مختلف مسالک کے اصحاب کا نمائندہ اجلاس طلب کرکے میثاق اتحاد مرتب کیا جائے تو یہ زیادہ مؤثر ہوسکتا ہے۔

جناب اسدالدین اویسی صاحب نے کہا کہ سائرہ بانو نامی خاتون کے رٹ پٹیشن داخل کرنے کی وجہ سے مسلمانوں میں بے چینی پیدا ہوگئی ہے، انہوں نے اپنے شوہر کے خلاف دعویٰ دائر کرتے ہوئے تین طلاق، حلالہ اور تعدد ازدواج کو چیلنج کیا ہے اس کے خلاف ہماری خواتین ممبر کو احتجاج کرنا چاہئے اور میڈیا میں اسلام کے نظام طلاق و تعدد ازدواج کو پیش کرنا چاہئے، یہ مسئلہ بہت اہم ہے بورڈ کو غور کرکے ضروری اقدامات کرنا چاہئے۔ جناب ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ صاحب نے کہا کہ بورڈ کی لیگل کمیٹی کی رائے ہے کہ بورڈ اس کے خلاف عدالت عالیہ سے رجوع کرے ابھی وقت ہے اسلئے میری علماء کرام سے گذارش ہے کہ مختلف مسالک کے علماء زیر بحث موضوع پر کوئی صائب رائے مرتب کرکے لیگل کمیٹی کے حوالہ کردے تاکہ سب کے مشوروں سے جواب داخل کیا جاسکے۔ مولانا سجاد نعمانی صاحب نے کہا کہ اس وقت دو مسائل ہیں (۱) مسئلہ طلاق و تعدد ازدواج اور دوسرا مسئلہ اتحاد بین المسالک دونوں مسائل کے لئے علیحدہ علیحدہ میٹنگ رکھی جائے اگر صدر بورڈ کی طرف سے نمائندہ مجلس بلائی جائے تو وہ زیادہ مؤثر ہوسکتی ہے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کہا کہ تین طلاق کا مسئلہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اس لئے ایسے مسئلہ سے گفتگو کا آغاز کیا جائے جس میں سبھوں کا اتحاد ہے اور اسکی بہتر شکل یہ ہوسکتی ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ عدالتوں کے ذریعہ مسلم پرسنل لا میں مداخلت ہورہی ہے ان حالات میں ہمارا اجتماعی موقف کیا ہو اس موضوع پر میٹنگ طلب کرنا زیادہ مناسب رہے گا۔

مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب نے کہا کہ طلاق کے ذریعہ یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی راہ ہموار کرنے کی کوشش ہورہی ہے اس لئے مختلف مسالک کے علمی ادارے اجتماع طلب کریں اور معتدل راہ نکالیں تو زیادہ بہتر ہے۔ محترمہ صفیہ نسیم صاحبہ نے کہا کہ طلاق کے تعلق سے عورتوں کو باشعور بنایا جائے اور بتایا جائے کہ اگر طلاق دینا زحمت ہے تو بسا اوقات وہ رحمت بھی ہے کیونکہ غیر مسلم سماج میں عورتیں یا تو شوہر کی زیادتی سے تنگ آکر خودکشی کرلیتی ہیں مگر اسلام نے مرد کو طلاق اور عورتوں کو خلع یا قاضی کے ذریعہ فسخ کردینے کا اختیار دے کر باعزت زندگی گذارنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ نے کہا کہ میڈیا طلاق کے مسئلہ کو اس طرح سے اچھالتا رہتا ہے کہ گویا کہ مسلم عورتوں پر بہت ظلم ہورہا ہے اور افسوس یہ ہے کہ ہماری ناخواندہ عورتیں اس سے متاثر ہوجاتی ہیں ان کے دل میں نفرت وبغض کا جذبہ ابھرنے لگتا ہے کیا ایسا نہیں ہے کہ غیر مسلم عورتیں سب سے زیادہ ظلم کی شکار ہورہی ہیں، میرے پاس اعداد وشمار موجود ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ غیر مسلموں میں علیحدگی کے واقعات مسلم عورتوں سے کہیں زیادہ رونما ہوتے ہیں جب میں نے اس موضوع پر عورتوں سے بات چیت کی اور اس پروپیگنڈہ کی حقیقت بتلائی تو ۳۰/ سے زیادہ چینل نے اسکی اشاعت کی، نیشنل پریس نے بھی اچھا کوریج دیا اور اسکی بازگشت دور تک پہونچی اگر بورڈ کی ممبر خاتون دلائل کی مضبوطی کے ساتھ بات کریں تو انشاء اللہ اس کا مثبت نتیجہ برآمد ہوگا۔ حضرت جنرل سکریٹری نے فرمایا کہ ڈاکٹر

اسماء زہرہ صاحبہ نے جو کام کیا ہے وہ قابل قدر ہے خواتین کی ایسی ٹیم ہونی چاہئے جو معاملہ کو گہرائی کے ساتھ سمجھ کر صحیح جواب دے سکیں۔ دہلی اور دوسرے شہروں میں خواتین کے ورکشاپ ہوں، صفیہ نسیم صاحبہ، ممدوحہ ماجد صاحبہ وغیرہ سے مشورہ کرکے اجتماع بلائیں، محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ اور نور جہاں شکیل صاحبہ نے اس سے اتفاق کیا اور یہ بھی کہا کہ علماء کرام تعلیم یافتہ مسلم خواتین کا گروپ بنا کر اس موضوع پر مواد فراہم کرائیں۔ جناب کمال فاروقی صاحب نے خواتین کے شعبہ کو فعال بنانے اور ورکشاپ کرنے کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا، انہوں نے یہ تجویز بھی رکھی کہ بورڈ کے ماڈل نکاح نامہ کی افادیت سے بھی عورتوں کو واقف کرایا جائے۔

ایجنڈا (۵) کے مطابق جنرل سکریٹری اور سکریٹریز کی تعین کے مسئلہ پر دستور بورڈ کے مطابق صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے ارکان عاملہ سے تبادلہ خیال ومشورہ کے بعد فرمایا کہ ------ میں نے غور کیا اور اس نتیجہ پر پہونچا کہ اس منصب کے لئے حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی شخصیت ہر جہت سے موزوں ترین شخصیت ہے، اس لئے میں مولانا کو بورڈ کی اگلی میقات تک کے لئے جنرل سکریٹری نامزد کرتا ہوں اب وہ بحیثیت جنرل سکریٹری کام کریں گے اور مولانا شاہ محمد فضل الرحیم مجددی صاحب کو سکریٹری کی حیثیت سے نامزد کرتا ہوں ------ چونکہ دو تین ماہ کے بعد انتخابی اجلاس بھی ہونے والا ہے باقی عہدیداروں کا انتخاب اس موقعہ پر مشورہ سے کیا جائے گا ------ ارکان عاملہ نے اس حسن انتخاب کی تحسین کی۔

ایجنڈا (٦) کے تحت عدالتی چارہ جوئی کے مسئلہ پر لیگل کمیٹی کے کنوینر جناب یوسف حاتم مچھالہ ایڈوکیٹ صاحب نے کہا کہ سپریم کورٹ میں چل رہے تین طلاق سے متعلق مسئلہ درحقیقت جنسیت سے تعلق رکھتا ہے اور یہ معاملہ Gender Justice کا ہے ۱۹۵۲ء میں ممبئی ہائی کورٹ یہ طے کر چکا ہے کہ پرسنل لا کو دستور ہند کی دفعہ ۱۴، ۱۵ ارکی بنیاد پر کالعدم قرار نہیں دیا جا سکتا ہے ہماری ایک تو یہ بنیاد ہوگی دوسرے یہ کہ ہمیں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ایک وقت میں تین طلاق دینا شرعاً درست ہے یا نہیں اور اس تعلق سے قرآن وحدیث میں کیا کیا احکامات بیان کئے گئے ہیں۔ اسی طرح تعدد ازدواج کی شرعی حیثیت کیا ہے اور حلالہ کرنا کس حدیث سے ثابت ہے، انہوں نے بتایا کہ سپریم کورٹ میں چل رہے ایک مقدمہ میں بورڈ فریق بن چکا ہے اور سائرہ بانو کے مقدمہ میں بہت جلد فریق بنے گا مگر اس کے لئے ہمیں مذکورہ مواد کا حاصل کرنا ضروری ہے، انہوں نے دستور کی دفعہ 26,B کا بھی حوالہ دیا کہ اس کے ذریعہ ہمارے پرسنل لا کے تحفظ کا اشارہ ملتا ہے، انہوں نے بتایا کہ اس وقت دو مقدمے زیر التوا ہیں (۱) تبنیت کا مقدمہ (۲) نابالغان کا نکاح۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ۸/دسمبر کو ریشمی نے جو مقدمہ کیا تھا اس کے اثرات کو کم کرنے کے لئے سائرہ بانو کو سامنے لایا گیا۔ مولانا سجاد نعمانی صاحب اور جناب قاسم رسول الیاس صاحب نے مچھالہ صاحب کے پیش کردہ نکات کی روشنی میں بورڈ کے علماء کی ایک ٹیم بنانے کا مشورہ دیا تا کہ ضروری علمی مواد تیار کیا جائے۔ جناب ظفریاب جیلانی صاحب نے کہا کہ عدالت میں جو جواب داخل کرنا ہے اس کا خاکہ جلد تیار ہو جانا چاہئے وقت کم ہے اور کام بہت ہے ---- چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ ---- اجلاس صدر بورڈ اور جنرل سکریٹری بورڈ کو مجاز گردانتا ہے کہ وہ اس مسئلہ پر فوری توجہ مبذول کریں اور علماء و وکلاء کا ایک نمائندہ اجتماع طلب کر کے زیر بحث مسئلہ کے خدوخال کو واضح کرائیں ---- اس سلسلہ میں جیلانی صاحب سوالات کا ایک خاکہ مرتب کر کے جنرل سکریٹری کے مشورہ سے ضروری اقدامات کریں۔ تین طلاق کے مسئلہ پر ارکان کے تبادلہ خیال کے بعد طے پایا کہ:

''آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مسلمانان ہند سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ طلاق دینے میں احتیاط برتیں، اس لئے کہ طلاق ان چیزوں میں سے ہے جو اللہ کی حلال کردہ چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز ہے۔ اس لئے طلاق دینے میں تمام مسلمانوں کو احتیاط برتنی چاہئے، جب زوجین کے درمیان نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہے تو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق صرف ایک طلاق کے ذریعہ علیحدگی اختیار کی جائے۔ خاص طریقہ پر اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایک دفعہ میں تین طلاق دینا مجرمانہ حرکت ہے اور سیدنا حضرت عمر فاروق ؓ نے ایک دفعہ کی تین طلاق دینے والے پر تعزیراً کوڑے لگوائے تھے اس لئے ایک ساتھ تین طلاق کبھی نہیں دینی

چاہئے اوراس سے گریز کرنا چاہئے۔ جب ایک طلاق سے مقصد پورا ہوجاتا ہے تو زائد کی ضرورت نہیں۔ مسلم پرسنل لا بورڈ تمام مسلمانوں سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اس پرسختی سے عمل کریں''۔

محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ نے دہلی، کلکتہ اور حیدرآباد کی مسلم خواتین کی تنظیموں سے رابطہ کرکے اجتماع بلانے کا وعدہ کیا۔ جنرل سکریٹری بورڈ نے خواتین تنظیموں کی طرف سے پٹیشن داخل کرنے کے لئے گفت و شنید کرنے کی بات کی، خواتین ارکان نے اس عزم کا اعادہ کیا کہ ہم لوگ رابطہ کرکے جنرل سکریٹری کو مطلع کریں گے۔

ایجنڈا (۷) کے تحت دین اور دستور بچاؤ تحریک کے دائرہ کار پر غور وخوض ہوا۔ اوراس کے منفی ومثبت دونوں رخ پر ارکان نے کافی بحثیں کیں۔ جناب قاسم رسول الیاس صاحب، جناب محمد جعفر صاحب اور مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے بورڈ کے دائرہ کار سے متجاوز ہونے کا نظریہ پیش کیا جبکہ مولانا سید اطہر علی صاحب، مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب، جناب کمال فاروقی صاحب، مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب، مولانا سجاد نعمانی صاحب، جناب عارف مسعود صاحب نے تحریک کو صحیح رخ پر چلنے اور چلانے اوراسکو مزید فعال بنانے کی تجویز رکھی۔

چنانچہ اجلاس نے ماضی کی تجاویز کی روشنی میں دین اور دستور بچاؤ تحریک کو پورے ملک میں منظم کرنے کی تائید کی۔

ایجنڈا (۸) کے تحت بورڈ کی مقرر کردہ کمیٹیوں کی سرگرمی کا جائزہ لیا گیا۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے اجلاس کو بتایا کہ ملک کے مختلف مقامات پر محکمہ شرعیہ یا شرعی پنچایت قائم ہے، یہ ادارے بعض جگہوں پر فعال نہیں ہیں تو کیا بورڈ ایسے مقامات پر دارالقضاء قائم کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب نے کہا کہ جماعتی تنازع سے بچتے ہوئے ایسی جگہوں پر دارالقضاء قائم نہ کئے جائیں۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کہا کہ اگر مقامی لوگوں کی طرف سے تقاضا ہورہا ہو تو دارالقضاء قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ اگر کوئی مقدمہ محکمہ شرعیہ میں دائر ہوگیا تو ایسے مقدمہ کو دارالقضاء اپنے یہاں نہ لے۔

جنرل سکریٹری نے کہا کہ جن مقامات پر محکمہ شرعیہ یا اس طرز کے ادارے قائم ہیں مگر فعال نہیں ہیں ان کے سلسلہ میں ان کے مرکز کو متوجہ کیا جائے اور انہیں فعال بنانے کی طرف متوجہ کیا جائے اور چھ سات ماہ انتظار کیا جائے۔

ایجنڈا (۹) کے تحت خازن بورڈ جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب نے بورڈ کے مالی سال ۱۶-۲۰۱۵ء کے آمد وصرف کا گوشوارہ اور سال ۱۷-۲۰۱۶ء کا بھی بجٹ -/34,99,000 پیش کیا۔ جسکی کاپی ارکان کو فراہم کرائی گئی انہوں نے دوتین باتوں کی طرف توجہ دلائی ایک بات تو یہ کہی کہ قریشی صاحب کے نام سے گیارہ ہزار روپے علی الحساب درج رجسٹر ہیں حالانکہ یہ رقم وہ بورڈ کی مد میں خرچ چکے تھے، مگر حساب جمع نہ کرسکے اسلئے اس رقم کو ختم کردیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ FCRA کے حصول کے لئے کوشش کی جارہی ہے تعاون کی درخواست ہے۔ نیز دہلی کے اکاؤنٹ میں آپریٹر کی حیثیت سے سابق جنرل سکریٹری بورڈ اور قریشی صاحب کی جگہ پر دستخط کے لئے نام تجویز کیا جائے اور پٹنہ کا اکاؤنٹ جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نام سے ہے اور مولانا سید نظام الدین صاحبؒ اسکو آپریٹ کرتے تھے اب اس پر غور کرلیا جائے۔

جنرل سکریٹری بورڈ نے کہا کہ بورڈ کے ۲۵ویں اجلاس عام کے لئے بھوپال اور کلکتہ کی پیش کش ہوئی، کلکتہ میں اجلاس ہو تو زیادہ مناسب ہے ابھی وہاں اسمبلی انتخابات ہورہے ہیں، رمضان المبارک کے اول عشرہ میں اصحاب کلکتہ سے بات چیت کے بعد حتمی تاریخ کا اعلان کیا جائے گا۔

اجلاس کے آخر میں صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے اپنے ناصحانہ کلمات میں ملت کے اندر وحدت واجتماعیت کو فروغ دینے اور باہمی تعاون ومحبت سے ملی مسائل کو حل کرنے پر زور دیا انہوں نے کہا کہ ہمارے بورڈ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ زیربحث ایجنڈوں پر کھل کر گفتگو ہوتی ہے اور صائب رائے پر عمل کرنے کی کوشش ہوتی ہے جس سے بورڈ کا وقار واعتبار بلند ہورہا ہے اور یہ سب اللہ کی توفیق سے ہوتی ہے، پھر صدر محترم کی دعاء پر یہ اجلاس سہ پہر ساڑھے تین بجے اختتام پذیر ہوا۔

بورڈ کی سرگرمیوں کا مختصر خاکہ

مرتب: وقارالدین لطیفی

حالیہ مہینوں میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی جو سرگرمیاں رہی ہیں ان کا اجمالی خاکہ ذیل میں پیش کیا جارہا ہے:

- دین اور دستور بچاؤ تحریک

مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کے رکن مولانا مفتی احمد دیولا صاحب کی سرکردگی میں دین اور دستور بچاؤ تحریک کا مؤرخہ ۲۰؍مئی ۲۰۱۶ء جمعہ، شام ۵؍سے ۱۰؍بجے تک بمقام جامعہ نورالعلوم گٹھامن کے سامنے کا میدان، گٹھامن (پالنپور) ۳۸۵۰۰۱، (شمالی گجرات) ضلع بناس کانٹھا میں ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا۔

جس کا افتتاح حضرت مفتی محمد زبیر صاحب نائب صدر دین اور دستور بچاؤ سانگلی، مہاراشٹر اور جناب انجینئر مبارک فراس، بام سیف کے سی ای سی ممبر نئی دہلی کے ذریعہ ہوا اسمیں مہمانان خصوصی کی حیثیت سے حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی رکن مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب رکن مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، حضرت مولانا اقبال صاحب بوکڑا، ایم اے مدرس فقہ دارالعلوم پرنسپل اردو اسکول، گودھرا اور جناب مولانا عبدالقادر صاحب ندوی پٹنی استاذ حدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ نے شرکت فرمائی۔

اس اجلاس کے خاص شرکاء میں حضرت مولانا عبدالحمید صاحب خادم لال پوری، صدر جمعیت علماء ہند سابرکانٹھا، جناب مگن بھائی پالا، نائب صدر ٹھاکور سماج شریک اجلاس رہے اس اجلاس کی صدارت کے فرائض جناب وامن میشرام صاحب (قومی صدر بھارت مکتی مورچہ) نے انجام دیئے۔

مقررین نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ آج ملک بھارت میں برہمن کے علاوہ جتنے بھی دین اور مذہب ہیں، سب کے سب خطرہ میں ہیں، سکھ لوگوں کے مقدس مقام سورن مندر پر حملہ ہوا، بدھشٹوں کے مقدس مقامات جیسے بدھ گیا پر برہمنوں کا قبضہ ہے، عیسائیوں کے چرچ جلائے جارہے ہیں، اور کارکنوں پر حملے ہورہے ہیں، لنگایت مذہب کی شناخت مٹائی جارہی ہے، یہ ایک الگ مذہب ہے، اوراس کی حیثیت بھی ختم کردی گئی ہے، جین مذہب پر برہمنی رنگ چڑھایا جارہا ہے۔

مسلمانوں کو بے حد مصیبتوں اور مسائل کا سامنا کرنا پڑرہا ہے، مدارس اور مساجد کے معاملات میں دخل اندازی ہورہی ہے، تبلیغی جماعتوں پر حملے اور جماعتوں کی چھان بین، وقف کی جائیداد پر ناجائز قبضہ کیا جارہا ہے، عقیدۂ توحید کے خلاف سوریہ نمشکار، یوگا کو ورزش کے نام پر اسکولوں میں لایا جارہا ہے، گیتا، وید، رامائن کو نصاب تعلیم میں شامل کیا جارہا ہے، بھارت ماتا، اور وندے ماترم کو حب وطن کی علامت بتایا جارہا ہے، جب کہ یہ دستور اور بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔

برہمن قدیم ترین باشندہ یا مل نواسی نہیں ہے، برہمنوں کا آبائی وطن یوریشیا ہے، اُس کا اور بھارتیوں کا D.N.A. ملتا جلتا نہیں ہے، بیرونی برہمنوں نے دیش کی جنتا کو دیش پریم، حب وطن کا سرٹیفیکٹ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ضرورت تو اس بات کی ہے کہ تمام مذاہب اور مظلوم اقلیتوں کو بیدار کرکے اس خطرہ کا مقابلہ کرنا پڑے گا اور اپنے اپنے دین کی حفاظت کرنی پڑے گی۔

آج ہمارا ملک بھارت کا دستور ختم کرنے کی سازش برہمنوں کی طرف سے انجام دی جارہی ہے، ہمارے مذاہب اور ہمارے دستور مساوات پر قائم ہیں تو برہمنی مذہب غیر برابری اونچ نیچ کی حمایت کرتا ہے۔

ساری دنیا میں بہتر دستور ہمارے ملک بھارت کا دستور ہے، جو

انسانی حقوق Human Rights کا زبردست حمایتی ہے، ملک کا ہر قانونی بنیاد انسانی حقوق کے بعد لاگو ہوتا ہے۔

دستور کی دفعہ ۲۵(ا) اور ۲۶ (B) کے تحت تمام مذہبوں اور عقائد کو اپنے اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے اور اپنی تہذیب اور ثقافت کو باقی رکھنے کا پورا پورا حق ہر ہندوستانی کو دیتا ہے، یہ آزادی صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ ہر مذہب کو فراہم کی گئی ہے۔

سکھ بھائیوں کو کرپان نامک ہتھیار رکھنے کی اجازت دی گئی ہے تو جنگلوں میں رہنے والے آدیواسیوں کے لئے (۵) پانچویں اور (۶) چھٹی انوسوچی بنائی گئی ہے، جس کے تحت سرکار کو بھی آدیواسیوں کی زمین، جنگل اور پانی پر کوئی حق نہیں ہے، ملک بھارت میں ہر مذہب کا الگ الگ پرسنل لا موجود ہے، بھارت کی حکومت کسی بھی مذہب کے خلاف سرپرستی نہیں کرے گی، اور کسی بھی مذہب میں دخل اندازی نہیں کریگی، حکومت کا کوئی سرکاری مذہب نہیں ہوگا۔

پھر بھی دستور کی دفعہ ۴۴ کا سہارا لے کر R.S.S کے برہمن لوگ بھارت کی جنتا کو گمراہ کر رہے ہیں اور یکساں سول کوڈ (Uniform Civil Code) کی بات کر رہے ہیں، مگر دفعہ ۴۴ تو سرکار کو ہدایت دینے کے اصول کے تحت لکھا گیا ہے (Directive Principales) دفعہ ۴۴ کو شہریوں کے اوپر نافذ کرنے کا حق نہیں رکھتا کیوں کہ وہ سرکار کو دی گئی ہدایت ہے۔

اس ملک کے دستور میں مذہب کی آزادی کا قانون کوئی معمولی بات نہیں ہے، یہ قانون عالم انسانی حقوق کی اعلانیہ کے تحت Universal Declaration if Human Rights نابود ہے، جسے ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ UNO نے جاری کیا ہے، لہٰذا ایسے دستور کی حفاظت اور بچاؤ کرنا نہایت ضروری ہے، اور سب کی ذمہ داری ہے، ہمارا دستور سماجک/تعلیم/اقتصادی/ترقی کا حمایتی ہے۔

ملک بھارت کی حکومت کبھی بھی ریگولر حکومت نہیں رہی، جس کے نتیجہ سے ہمارے ملک پر برہمن حکومت مضبوط ہو چکی ہے سنسد کی ۴۱۰/سیٹوں پر برہمنی پارٹیوں کا قبضہ برقرار ہے، یہی جو خاص وجہ ہے کہ روز بروز مصیبتوں میں اضافہ ہو رہا ہے، سیکولرزم کا مطلب ہے حکومت کسی بھی مذہب میں دخل اندازی نہ کرے، مگر موجودہ حکومت برہمنی مذہب کو باقی مذہبوں پر تھوپنے کی کوشش کر رہی ہے۔

مذہبی خودمختاری سے ملک پر کوئی خطرہ پیدا نہیں ہوگا، یہ بات ڈاکٹر امبیڈکر کو معلوم تھی، اسی لئے دفعہ ۲۵ (ا) اور ۲۶ (B) دستور میں داخل کیا اور اپنی ذمہ داری کو پورا کیا، آج مذہبی پرسنل لا ملک کی سلامتی اور یکجہتی کو خطرہ پیدا ہوا ہے، ایسا جھوٹا پروپیگنڈہ R.S.S. اور BJP کر رہی ہے، مسلم لا نکاح/طلاق، میراث وغیرہ باتوں کو اپنے دین و مذہب کے مطابق پرسنل لا پر عمل کریں تو ملک کو کیسے خطرہ پیدا ہو سکتا ہے؟ اس بات کا خلاصہ RSS کو کرنا چاہئے جبکہ باقی مذاہب اپنے اپنے لکش پر اپنے اپنے دین کے پرسنل لا پر عمل کر رہے ہیں، آزادی سے لیکر آج تک پرسنل لا سے ملک کو کوئی خطرہ پیدا نہیں ہوا ہے اور نہ آئندہ ہو سکتا ہے، یہ معاملہ ملک کے دستور کو ختم کر کے برہمنی دستور (منوسمرتی) کو لاگو کیا جا رہا ہے۔

ملک کو سب سے زیادہ خطرہ برہمن واد سے ہے، اگر وہ باقی مذہبوں پر برہمنی مذہب کو تھوپنے کی کوشش کریں گے تو ہر مذہب کے لوگ بغاوت پر اتر پڑیں گے اور افراتفری کا ماحول پیدا ہو سکتا ہے، اور خطرہ تو برہمنوں کی حکومت کو درپیش آ سکتا ہے، ملک کی یکجہتی اور سلامتی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

دہشت گردی سے مسلمانوں کا کوئی تعلق نہیں ہے، یہاں کی دہشت گردی تو برہمنوں کی طرف سے بڑھائی جا رہی ہے اور جس کا قبولی جواب سوامی اسیمانند نے دیا ہے، اس لئے پرسنل لا سے ملک کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

اس ملک کی زمین ویدیشی کو بیچی جا رہی ہے، ایک ایسٹ انڈیا کمپنی نے ملک کو ۱۵۰/سال غلام بنایا، اب ۲۷۰۰۰/کمپنیوں کو بلایا جا رہا ہے،

وقت کی حکومت ہمیں غلام بنا رہی ہے، ملک کی فوج، ریلوے، ہوائی جہاز وغیرہ کمپنیوں کو، غرض ہر شعبے کو خانگی کرن کیا جا رہا ہے، آخری سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عوام کے لئے کیا بچے گا؟ اس لئے دیش کو بچانا بھی ضروری ہے۔

اپیل: ملک کے تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلم پرسنل لا بورڈ کی صدارت میں دہلی میں مؤرخہ ۱۷/مارچ ۲۰۱۵ء کو ایک اجلاس بلایا گیا جس میں مذہبی لیڈروں کو پس ماندہ طبقات کے ذمہ داروں کو بام سیف تحریک کے جناب وامن میشرام، لنگایت دھرم گروں، کوٹیشورا پپا عیسائی پادری کو پرسنل لا کو بورڈ کے تمام ذمہ داروں نے جس میں حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب، مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب، غرض ان تمام مظلوموں کو شامل کیا گیا تا کہ اس کو انصاف مل سکے، اور ایک کومن منیمم پروگرام بنایا گیا، جس کی تفصیل نیچے دی جا رہی ہے۔

(۱) ملک کے دستور کے تحفظ اور بنیادی اقرار سیکولرزم انصاف، آزادی، مساوات اور بھائی چارہ قائم کریں۔

(۲) تعلیمی نظام اور نصاب کے سیکولر سائنٹیفک منہاج اور کردار کے تحفظ اور اس کے خلاف اٹھنے والے ہر قدم کے خلاف بیدار رہے۔

(۳) ہم کو یا ملک کے کسی بھی سماجک بھائیوں کو یا مذہبی اکائیوں کو عقیدہ یا مذہب کی آزادی سے محروم کرنے والی کوشش کی پرزور مخالفت کریں۔

(۴) ہر ایسے اقدام کی مخالفت جو بھارت کے غریب عوام کی خوشحالی تعلیم، صحت اور سماجی تحفظ کے لئے ریاست کی ذمہ داری کو کم کریں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، بھارت مکتی مورچہ عوام سے اپیل کرتے ہیں کہ دین اور دستور کو بچانے والی اس تحریک میں تن، من، دھن سے ساتھ دیں اور ظالموں کی مخالفت میں مظلوموں کا ساتھ دیں اور کومن منیمم میں مل جل کر کام کریں، قوم وملت کی حفاظت میں کی جانے والی ہر کوشش ثواب دارین کا ذریعہ ہے، تمام حضرات اور خواتین کو اس پروگرام میں شرکت کی اور کامیاب بنانے کی پرخلوص گزارش کی جاتی ہے۔

مسلم برادران سے گزارش ہے کہ اپنے برادران وطن کو زیادہ تعداد میں اس تحریک میں شامل کریں۔

- تین طلاق کے موضوع پر پروفیسر ڈاکٹر طاہر محمود صاحب نے ایک نہایت ہی غیر ذمہ دارانہ بیان دیا جس کے جواب میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے سکریٹری مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے ۳/مئی ۲۰۱۶ء کو حسب ذیل اخباری بیان جاری کیا:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے پریس نوٹ میں کہا ہے کہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے سلسلہ میں معروف ماہر قانون ڈاکٹر طاہر محمود کا بیان افسوسناک اور نا قابل قبول ہے۔ اور دراصل یہ ملت کے باہمی اختلاف رائے کو ابھارنے اور قانون شریعت میں عدالت کی مداخلت کی حوصلہ افزائی کی ایک سازش ہے، حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہرگز یہ بات نہیں کہی گئی ہے کہ ایک ساتھ دی جانے والی تین طلاق ایک ہی طلاق ہوتی ہے، اگر قرآن مجید میں یہ حکم موجود ہوتا تو امت کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف رائے نہیں ہوتا، حالانکہ حقیقی صورت حال یہ ہے کہ فقہاء اور محدثین کی غالب اکثریت کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی شمار کی گئی ہیں۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ تمام مسلم ممالک میں تین طلاق کے ایک ہونے کو تسلیم کرلیا گیا ہے، بلکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ سعودی عرب جس کو حرمین شریفین کی تولیت کا شرف حاصل ہے، وہاں اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے کمیشن قائم کیا گیا اور اس میں قرآن وحدیث کے دلائل، صحابہ کے فتاوی اور فقہاء کے اقوال کو سامنے رکھ کر یہی فیصلہ کیا گیا کہ اگرچہ تین طلاق ایک ساتھ دینا گناہ ہے، لیکن اگر دے دی جائے تو واقع ہوجاتی ہے اسی طرح عالم اسلام کے مؤقر ادارہ جامع ازہر مصر کا بھی یہی فتوی ہے، اس لئے ہمیں اس مسئلہ پر بحث کرنے کے بجائے کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہوتی ہے یا تین؟ اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ سماج میں شعور پیدا ہو، مسلمانوں کو یہ بات سمجھائی جائے کہ ایک ساتھ تین طلاق دینا غلط ہے

اوراس طریقہ کے غلط ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، نہ یہ کہ مسئلہ کوایسے طریقے پر پیش کیا جائے کہ اس سے مسلمانوں میں مسلکی اختلاف پیدا ہو اور عدلیہ کو قانون شریعت میں دخل اندازی کا موقع فراہم ہوجائے، نیز یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہئے کہ اس مسئلہ کا تعلق ملک کے قانون سے نہیں بلکہ فتوی سے ہے۔اس لئے ایسے مسائل کو معتبر ارباب افتاء کے حوالہ کردینا چاہئے اور جن لوگوں کا یہ میدان نہیں ہے، انہیں ایسے نازک اور حساس مسائل پر اظہار خیال سے گریز کرنا چاہئے۔

● سائرہ بانو نامی خاتون کے ذریعہ تین طلاق کوایک طلاق قرار دینے کے سلسلہ میں عدالت میں اپیل داخل کی گئی تو فرقہ پرست عناصر نے ملک میں مسلم پرسنل لا کا مذاق بنانا شروع کردیا جس کے جواب میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے خواتین ارکان نے دیگر سماجی وفلاحی کام کرنے والی خواتین کوساتھ لے کر شہر حیدرآباد میں ۲/اپریل ۲۰۱۶ء کوایک اہم پریس کانفرنس منعقد کی اور پریس کانفرنس میں بڑی تعداد میں موجود پریس کے نمائندوں کو حسب ذیل تحریری نوٹ بھی دیا گیا:

پریس کانفرنس حیدرآباد میں آج دن کے گیارہ بجے حیدرآباد شہر میں موجود خواتین ارکان بورڈ اور دیگر سماجی وفلاحی خدمت انجام دینے والی ذمہ دار خواتین کی طرف سے ایک اہم پریس کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جسمیں پرنٹ والیکٹرانک میڈیا کے نمائندوں کے سوالوں کے جوابات خواتین نے دیئے اور تحریری پریس بیان جاری کیا گیا۔

ہندوستان کی خصوصیت یہ ہیکہ یہ مختلف مذاہب، طبقات اور زبان بولنے والوں کا ملک ہے۔ملک میں مختلف مذہبی،لسانی اکائیوں اور قبائل کو مذہبی اور انکے پرسنل لا پر عمل کرنے کی دستوری آزادی دی گئی ہے۔ اسلام کے عائلی قوانین کی بنیاد قرآن وحدیث کے احکامات پر مشتمل ہے۔ اسلامی شرعی قوانین بہت وسیع اور گہرے عملی پہلو رکھتے ہیں۔

اسلام میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی بات ہے تو وہ ہے طلاق ۔ ہر مذہب اور کمیونٹی میں طلاق کے اپنے قوانین ہیں۔جس کے مطابق شوہر اور بیوی آپس میں تفریق حاصل کرسکتے ہیں۔ ہر طبقے میں عورتیں کچھ نہ کچھ مسائل کا شکار ہیں۔اس طرح ہندو،سکھ،جین، عیسائی مذاہب کے ماننے والوں میں بھی ازدواجی معاملات میں کہیں نہ کہیں تنازعات پائے جاتے ہیں۔میڈیا کا یہ پروپیگنڈہ سراسر غلط بیانی پر مبنی ہیکہ مسلم سماج میں طلاق کی شرح زیادہ ہے یا مسلم عورتیں طلاق کی وجہ سے پریشان حال ہیں۔تین طلاق کے مسئلے کواصل واقعہ سے ہٹا کر بڑھا چڑھا کر مسلمانوں کو بدنام کرنے کیلئے مسلسل میڈیا میں پیش کیا جارہا ہے۔

مسلمانوں میں **97%** سے زیادہ شادی شدہ خاندان ہنسی خوشی کامیاب زندگی گذار رہے ہیں۔اور مسلمان عورتیں مسلم پرسنل لا وشرعی عائلی قوانین سے بلاکسی جبر وکراہ کے مطمئن اور خوش ہیں۔ زوجین ایک دوسرے کے حقوق وذمہ داریوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔آپسی شدید اختلافات اور تنازعات کی صورت میں ہر ایک کو طلاق اور خلع کا اختیار آزادانہ طور پر علیحدہ ہونے کیلئے دیا گیا ہے۔شرعی قوانین میں ظلم وزیادتی سے کسی عورت کو نکاح میں باندھ کر رکھا نہیں جاسکتا اور اسی طرح کسی ناپسندیدہ بیوی کو زندگی بھر لٹکا کر رکھا نہیں جاسکتا ہے۔آزادانہ خوشحال زندگی کیلئے شریعت نے ہر دو کو نجی آزادی دے رکھی ہے۔ جو بڑے بڑے مذاہب میں بھی نہیں پائی جاتی۔اسرائیل میں ایک عورت کو شوہر سے خلع لینے کیلئے کئی کئی سال تک عدالت بازی کرنی پڑتی ہے۔ ہندو میرج ایکٹ میں بھی ایک طویل عدالتی کاروائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔عیسائی قوانین طلاق میں شرعی قوانین طلاق کو دیکھ کر پوپ نے طلاق وخلع کے عمل میں آسانی پیدا کرنے کیلئے بڑی خوش آئند تبدیلیاں کیں ہیں۔

سعودی عرب جو 100% مسلم آبادی پر مشتمل ملک ہے۔ 2015 میں ایک سال میں **34000** طلاق ہوئیں۔ اور صرف **434** عورتوں نے خلع حاصل کیا۔ دنیا کے سب سے زیادہ اڈوانس اور طاقتور ملک امریکہ میں ایک سال میں **51** لاکھ طلاقیں ہوئیں۔امریکہ میں ہر چھ سکنڈ میں ایک طلاق ہوتی ہے۔ اسطرح امریکہ میں طلاق کا تناسب

53% ہے۔ بلجیم میں **71%** ہے، پرتگال میں **68%** ہے، ہنگری میں **67%** ہے، اسپین میں **61%** ہے، فرانس میں **55%** ہے۔ ہندوستان میں صرف مسلمانوں کی ساکھ کو خراب کرنے اور بدنام کرنے کیلئے اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں کے درمیان طلاق کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ جس کی ہم کھلے اور واضح انداز میں پرزور مذمت کرتے ہیں۔

تعداد ازدواج کے سلسلے میں اسلام کا قانون ازدواج مرد کو ایک سے زیادہ ۴ شادیاں کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ ہندوستان میں ہندوؤں کے درمیان **6%** ایسے لوگ ہیں جنھوں نے ایک سے زیادہ بیویاں کی ہیں جبکہ مسلمانوں میں یہ فیصد صرف **3%** ہے۔ ناگالینڈ، میزورم اور دوسرے قبائل میں اب بھی ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کا رواج ہے۔ طبقات اور اقلیتوں کے روایتی طور طریقوں کو ملک کے دستور میں مکمل ضمانت دی گئی ہے۔ لداخ میں ایک شخص کو **12** بیویاں کرنے کی اجازت ہے۔ تکثیری سماج میں یکساں سول کوڈ کا نفاذ ناممکن ہے۔ عائلی قوانین وراثت، وقف کو برخواست کرنے کیلئے یکساں سول کوڈ نافذ کرنے کیلئے بی جے پی حکومت اور اعلیٰ عدالتیں کوشاں ہیں۔ انسانی مساوات اور حقوق نسواں کے نام پر مسلمانوں کے مسلم پرسنل لا کو ختم کرنے یا اسمیں مداخلت کرنے کی مذموم کوشش کی جارہی ہے۔ سپریم کورٹ نے بہار کے سائرہ بانو کیس میں مرکزی حکومت سے مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کے احکامات پر رپورٹ طلب کی ہے۔ یہ عدلیہ کو قانون سازی کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ شریعت اسلامی کے قوانین آفاقی اور ربانی ہیں۔ یہ قوانین پارلیمنٹ نے نہیں بنائے بلکہ اللہ رب العزت نے بنائے ہیں پارلیمنٹ نے ان قوانین کو بلا کسی تبدیلی کے ہندوستان کے دستور میں ایک حصے کے طور پر منظور اور شامل کیا ہے۔

دستور میں مسلم عورتوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے مسلم ویمن ایکٹ **1986** نافذ العمل ہے۔ جس میں مسلم عورتوں کے تمام حقوق کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ مسلم میریج ایکٹ **1939** میں کسی قسم کی تبدیلی کو ہرگز کسی قیمت پر قبول نہیں کیا جائیگا۔ ہندوستان کے ۱۰ کروڑ مسلم خواتین شرعی قوانین کو دل و جان سے چاہتی ہیں۔ یہ ایمان کا مسئلہ ہے۔ مسلم خواتین مسلم پرسنل لا میں کسی قسم کی تبدیلی کو اب اور آئندہ کبھی بھی برداشت کرنے والی نہیں ہیں۔

ہندوستان میں **4500** طبقات اور ذاتیں بستے ہیں۔ ہر ایک کے اپنے طبقاتی وروایتی نجی قوانین ہیں۔ سنتھال اور بھیل قبائل میں عورتوں کے یکساں حقوق کیلئے کوشش کرنے والے گروپس کیوں خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ **RSS** کی جانب سے یہ کہا جارہا ہے کہ ملک کے قومی اتحاد اور یکجہتی کیلئے یونیفارم سول کوڈ لازمی ہے۔ تو پھر ملک میں مختلف ریاستوں اور علاقوں میں مختلف قوانین نافذ العمل کیوں ہیں؟۔ **1954** میں ہندو کوڈ بل نافذ کیا گیا۔ اسکے باوجود ہندوؤں میں شادی بیاہ، طلاق اور تفریق ازواج کے مختلف ممالک میں مختلف مسالک اور آپسی شدید تضادات پائے جاتے ہیں۔ مثاکشرا، دیابھاگا، مورمکتھیام اور الیسنتھانا جیسے قوانین ملک کے مختلف حصوں میں مروج ہیں۔ ان میں آپس میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ امریکہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ امریکہ کی ہر ریاست میں انکے اپنے مقامی عائلی، طلاق اور تنسیخ نکاح کے قوانین نافذ ہیں۔ اسی طرح برطانیہ اور آئرلینڈ میں بالکل مختلف عائلی نجی قوانین نافذ ہیں۔ اس سے قومی اتحاد و یکجہتی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ سوائے مسلم پرسنل لا کو چھوڑ کر **99%** قوانین تمام مذاہب اور طبقات کے ماننے والوں کیلئے یکساں ہیں۔ سب ہندوستانی بصد احترام ان قوانین کی پاسداری کرتے ہیں۔ قومی یکجہتی کیلئے ہمارا دستور کافی ہے۔ دستور کے مختلف دفعات سے چھیڑ چھاڑ عصبیت اور مسلم اقلیت دشمنی اور نفرت پر مبنی ہے۔

ہم آر ایس ایس اور بی جے پی کی ان تمام کوششوں کی پرزور مذمت کرتے ہیں جو مسلم پرسنل لا میں تحریف و ترمیم کرنا چاہتے ہیں یا عدالت عالیہ کو استعمال کر کے مسلم پرسنل لا میں مداخلت کرنے کیلئے مسلسل کوشاں ہیں۔ ہم ملک کے ۱۰ کروڑ مسلم خواتین آر ایس ایس کی اوٹ فٹ

تنظیم مسلم ویمن پرسنل لا بورڈ اور شائستہ عنبر جیسے ایجنٹوں کی مذمت کرتے ہیں۔ جو زعفرانی طاقت کے زر خرید غلام ہیں۔ کبھی ہم انھیں انکے فاسد مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ ضرورت پڑنے پر ہم سپریم کورٹ میں مسلم پرسنل لا کے تحفظ کیلئے مرافعہ داخل کریں گے۔

- این ڈی اے کی موجودہ حکومت اپنے قیام کے دن سے ہی مسلم پرسنل لا کو ختم کرنے کی بات کرتی آرہی ہے اور یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی کوششوں میں لگی ہے ان دنوں پھر بڑی قوت کے ساتھ یونیفارم سول کوڈ کی بات اٹھائی گئی، بورڈ کی ایک خاتون رکن محترمہ اے امیر النساء صاحبہ چنئی نے اس سلسلہ میں یکم جون ۲۰۱۶ء کو درج ذیل وضاحتی بیان اخبارات کو جاری کیا:

محترمہ اے۔امیر النساء صاحبہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، چنئی، تاملناڈو نے اپنے صحافتی بیان میں کہا کہ ملک میں یکساں سول کوڈ کے نفاذ اور مسلم پرسنل لا میں مداخلت کیلئے سیاسی اور عدلیہ کی سطح پر کوشش تیز تر کردی گئی ہے۔ سپریم کورٹ کی ہدایت پر مرکز نے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے۔ مرکزی حکومت کی جانب سے نامزد کی گئی کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں قانون فسخ مسلم شادی 1939 میں ترمیم کی تجویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ طلاق کی وجہ سے خواتین شادی شدہ زندگی میں انتہائی غیر محفوظ ہوجاتی ہیں۔

انھوں نے کہا کہ فرقہ پرست طاقتیں محض مسلم پرسنل لا میں مداخلت کی خاطر مسلم خواتین کی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہیں اور یہ تأثر بھی دیا جارہا ہیکہ طلاق کی سب سے زیادہ شرح مسلم معاشرہ میں ہے اور مسلم خواتین طلاق ثلاثہ کے اسلامی قانون سے تنگ آچکی ہیں۔ میڈیا کی لگام اکثریتوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ پرنٹ اور الکٹرانک میڈیا کی ہر ممکن کوشش ہیکہ طلاق کے مسئلہ کو سیاق وسباق سے ہٹاکر مسلم پرسنل لا کو بدنام کریں اور کسی نہ کسی طرح اسلام کی شبیہ کو بگاڑا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک ایسا مسلم ناخواندہ طبقہ جو شریعت اسلامی سے بالکل نابلد ہے اس کو میڈیا کی سرخیوں میں پیش کیا جارہا ہے۔

انھوں نے کہا کہ حال ہی میں مشہور صحافی سعدیہ دہلوی کا ایک مضمون ٹائمز آف انڈیا میں شائع ہوا۔ جس میں انھوں نے مسلم پرسنل لا کی برخواستگی کا پرزور مطالبہ کیا۔ دراصل مغرب شریعت اسلامی کے آفاقی قوانین سے نابلد ہے اور دوسروں کو گمراہ کررہا ہے۔ اسی طرح پرنٹ میڈیا اور ٹی وی چینلوں پر ایسے نام نہاد مسلم خواتین وحضرات کو پیش کیا جارہا ہے جو شریعت اسلامی کے ازلی دشمن اور مسلم پرسنل لا سے بغض وعناد رکھتے ہیں۔ مسلم اسکالرس اور علماء ودانشوروں کو ٹی وی چینلوں پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا موقع نہیں دیا جارہا ہے۔ مسلم خواتین اور تعلیم یافتہ دین سے ناواقف لڑکیوں کو شریعت اسلامی کے خلاف ورغلانے اور اسلام کے خلاف ذہن سازی کرنے کی پوری کوشش کی جارہی ہے۔ حکومت کے اشاروں پر عوامی سطح پر ایک ایسے ڈیبیٹ کو چھیڑا گیا ہے جس میں مباحث کرنے والے اکثر مرد وخواتین شریعت اسلامی سے ناواقف اور نابلد ہوتے ہیں۔

انھوں نے کہا کہ ہم مسلم خواتین ہند شریعت میں کسی بھی طرح کی مداخلت کو ہرگز برداشت نہیں کرینگے۔ اسلامی عائلی قوانین ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ اس سے اعراض سراسر اسلام سے بغاوت ہے۔ شریعت اسلامی دنیا کا واحد کامیاب ایسا غیر تبدیل شدہ قانون ہے جو 14 سو سال سے من وعن نافذ ہے۔ ہم متحدہ طور پر ایسی تمام کوششوں کی مذمت کرتے ہیں جس میں مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کیلئے اقدامات کئے جارہے ہیں۔

- تین طلاق کے موضوع پر مسلم پرسنل لا بورڈ کی خواتین ارکان نے ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ رکن مجلس عاملہ بورڈ کی صدارت میں مؤرخہ ۳/جون ۲۰۱۶ء کو پریس کلب نئی دہلی میں بڑے پیمانے پر پریس کانفرنس منعقد کی جسمیں میڈیا کے لوگوں کے جوابات بھی دیئے گئے اس پریس کانفرنس کے موقع سے درج ذیل ایک تحریری صحافتی بیان بھی پریس کے نمائندوں کو دیا گیا:

ہمارا ملک ہندوستان ایک سیکولر و جمہوری ملک ہے۔ تمام

شہریوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی دی گئی ہے۔مسلم پرسنل لا دستور ہند کا اہم حصہ ہے۔اس ملک کے 20 کروڑ مسلمان مسلم پرسنل لا کے مطابق عائلی زندگی کے معاملات طئے کرتے آئے ہیں۔

اس وقت میڈیا میں طلاق کا مسئلہ بڑے زور وشور سے اٹھایا جارہا ہے۔اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی جارہی ہیکہ طلاق ثلاثہ کی وجہ سے مسلمان مسلم خواتین کی اکثریت پریشان ہے۔اسلام میں طلاق ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔اگر زوجین کے درمیان نباہ نہ ہوسکے تو شدید اختلافات کی صورت میں طلاق کی اجازت مرد کو دی گئی ہے۔اسی طرح عورت کو علیحدگی کیلئے خلع کے ذریعہ اجازت دی گئی ہے۔ایک نشست میں تین طلاق ،طلاق بدعت ہے۔اسے ناپسند کیا گیا ہے۔اس کو بڑھا چڑھا کر میڈیا میں پیش کیا جارہا ہے۔دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے مقابلہ میں مسلمانوں میں طلاق کا فیصد بہت ہی کم ہے۔

ہندوستان ٹائمز جنوری 2015 میں شائع Aporva Dat، اپروا دت کی ایک رپورٹ کے مطابق گذشتہ 5 سالوں میں شہری علاقوں میں 350 فیصد تک طلاقوں میں اضافہ ہوا ہے۔ممبئی ،کولکتہ ،دہلی ،لکھنو، بنگلور کے اعداد وشمار پیش کئے گئے۔بنگلور میں جہاں تین فیملی کورٹس ہوا کرتے تھے وہ بڑھا کر اب 6 کردیئے گئے۔ان میں زیادہ تر آئی ٹی سیکٹر سے تعلق رکھنے والے زوجین کی تعداد ہے۔جو شادی کے چند دن بعد ہی طلاق اور علیحدگی کیلئے مقدمہ دائر کررہے ہیں۔پھر صرف مسلمانوں اور بالخصوص مسلم پرسنل لا کو ہدف بنا کر کیوں بدنام کرنا چاہتے ہیں۔

چند مٹھی بھر نام نہاد مسلم خواتین اور کاغذی تنظیمیں مہیلا آندولن کے دروغ گوئی پر مبنی سروے پیش کئے جارہے ہیں۔جس میں یہ ظاہر کیا جارہا ہے۔ 92% مسلم خواتین طلاق کے شرعی طریقے اور مسلم پرسنل لا میں فی الفور تبدیلی چاہتے ہیں۔اور یہ بھی کہا جارہا ہیکہ ۵۰ ہزار سے زیادہ دستخطیں اس ضمن میں حاصل کرلی گئی ہیں۔ہم ان تمام پیش کئے گئے اعداد و شمار کو پوری شدت کے ساتھ رد کرتے ہیں۔ان تنظیموں پر مسلم خواتین کا کوئی اعتماد نہیں ہے۔ان خواتین کو شریعت میں مداخلت ،تبدیلی ،تنسیخ کا ہرگز حق نہیں پہنچتا۔یہ آفاقی ،عائلی قانون ہے۔جس میں تبدیلی یا اضافے کی کوئی گنجائش نہیں۔ایسی خواتین جو اسلام اور شریعت سے بیزار ہیں وہ ملک کے سول قوانین سے استفادہ کرنے کیلئے آزاد ہیں۔

دوسرا مسئلہ جو بار بار اٹھایا جارہا ہے کہ مسلمانوں میں مرد وزن میں مساوات نہیں ہے۔اور صنفی امتیازات کا شکار ہیں۔یہ بھی ایک جھوٹا الزام اسلام اور مسلمانوں پر ہے۔اسلام میں حقوق وذمہ داریوں کے ساتھ متوازن ہر دو کیلئے مساوات ہے۔ہندوستان دنیا میں صنفی امتیازات میں 136 نمبر پر ہے۔یہاں عورتوں کو مردوں کے مقابلے 20 فیصد کم تنخواہیں ملتی ہیں۔پھر مسلمانوں کو مورد الزام ٹھہرانا سراسر ناانصافی اور اسلام اور مسلم پرسنل لا کو بدنام کرنے کی منظّم سازش ہے۔

بعض گوشوں سے یہ مطالبات کئے جارہے ہیں کہ تمام طلاق فیملی کورٹ کے ذریعہ ہونا چاہئے۔ پہلے ہی ملک کے کورٹس لاکھوں مقدمات کی وجہ سے زیر بار ہیں۔فیملی کورٹس کے ذریعہ طلاق ،تنسیخ نکاح کیلئے ۴ تا ۸ سال درکار ہیں۔پھر اعلیٰ عدالتوں میں یہ مقدمات زیر التوار رہتے ہیں۔مسلم پرسنل لا میں انتہائی محفوظ کم وقت میں اس کا حل ہزاروں سال پہلے ہی پیش کردیا ہے۔

دارالقضاء کے ذریعہ طلاق ،خلع ،فسخ نکاح ،نفقہ کے معاملات طئے کئے جاتے ہیں۔ان کی حیثیت ایک اڈوائزری اور مشورے کی ہوتی ہے۔دارالقضاء ملک میں عدالتوں کے بوجھ کو ایک طرح سے کم کررہی ہیں۔

ابھی حال میں سائرہ بانو اور آفرین رحمان طلاق ثلاثہ کے خلاف سپریم کورٹ پہنچ گئی ہیں۔کتنے سال یہ مقدمات لڑینگی اور مزید لڑتی رہیں گی۔دنیا کی کوئی عدالت زبردستی مرد کے حق طلاق اور بیوی کے حق خلع کو نہیں چھین سکتی۔

یہ تمام کوششیں دراصل یکساں سول کوڈ کے نفاذ کیلئے راہ ہموار

کرنے کے لئے کی جارہی ہیں۔ اس کے لئے اسلام بیزار لبرل نام نہاد ٹولے کو خوب استعمال کیا جارہا ہے۔ مسلم پرسنل لا میں کسی بھی قسم کی مداخلت کو ہم ہرگز برداشت نہیں کرینگے اور مسلمانوں کے تمام طبقات، جماعتیں اور ادارے، مسالک، گروہ متحدہ طور پر مسلم پرسنل لا میں کسی بھی قسم کی مداخلت کی کوشش کی پرزور مذمت کرتے ہیں۔ اور اپنے قانونی ،دستوری حقوق کے تحفظ کیلئے ہر طرح کی پرامن جدوجہد کیلئے تیار ہیں۔

مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے عائلی وشرعی قوانین پر تفصیلی لٹریچر موجود ہے۔ طلاق ثلاثہ کی حوصلہ شکنی کیلئے بہت ہی اہم نکات مسلم پرسنل لا بورڈ نے ماڈل نکاح نامہ میں شامل کئے ہیں۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے مجموعہ قوانین اسلامی شائع ہوا ہے۔ جس میں مسلم پرسنل لا کو 523 دفعات میں **Codified** کیا گیا ہے۔ اس کا انگریزی میں پہلا ترجمہ جناب طاہر محمود صاحب نے کیا تھا اور دوسرا ترجمہ جسٹس سید شاہ محمد قادری صاحب کررہے ہیں۔

جاری کردہ

۱۔ محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ رکن مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

۲۔ محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

۳۔ محترمہ زینت مہتاب صاحبہ کنوینر اصلاح معاشرہ برائے خواتین دہلی

۴۔ محترمہ پروفیسر ثمینہ تابش صاحبہ جوائنٹ کنوینر اصلاح معاشرہ برائے خواتین دہلی

۵۔ محترمہ ام ایمن صاحبہ رکن اصلاح معاشرہ برائے خواتین دہلی

- یونیفارم سول کوڈ اور تین طلاق کے مسئلہ پر مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے ۴/جون ۲۰۱۶ء کو پریس کے نمائندہ کے سوال کے جواب میں حسب ذیل جواب دیا:

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری مولانا محمد ولی رحمانی نے حالیہ دنوں میں میڈیا کے ذریعہ مسلم پرسنل لا کے موضوع کو ہوا دیئے جانے اور خواتین کے حقوق کے تئیں اسلامی قانون کو مشکوک بنانے کی کوششوں پر واضح کیا کہ یہ معاملہ طلاق ثلاثہ کا ہے نہ ایک طلاق کا بلکہ سوال یہ ہے کہ طلاق کے اسلامی طریقے کو بدل دیا جائے اور طلاق کا فیصلہ بیوی کی منظوری سے کیا جائے۔اصل آواز یہ اٹھائی جارہی ہے۔ مسلم خواتین کی تنظیم بھارتیہ مسلم مہیلا آندولن (BMMA) کی جانب سے پچاس ہزار دستخطوں کی مہم چلائے جانے پر ایک سوال پر حضرت مولانا محمد ولی رحمانی نے اپنے ردّعمل کا اظہار کررہے تھے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ آر ایس ایس مسلمانوں کے درمیان غلط فہمیوں کی تشہیر کے لئے مسلسل کوشاں ہے، اس کی ونگ مسلم راشٹریہ منچ نے بھی اس سے قبل مسلم خواتین کو گمراہ کرنے کا اشارہ دیا تھا۔اسی منصوبے کے تحت بعض مسلم بہنوں کو شریعت کے خلاف استعمال کیا جارہا ہے۔ جو حقائق سے ناواقف ہیں۔ چنانچہ مسلم پرسنل لا بورڈ جہاں عدالت میں اپنے واضح موقف کو پیش کرچکا ہے وہیں بورڈ کی خواتین ونگ سمینار اور کانفرنسوں کے ذریعہ مسلم خواتین میں بیداری پیدا کررہی ہیں۔اس سے قبل ہندی صحافی ویدک پرتاپ نے یہ لکھا کہ ''ہر مذہب اور ہر اصول اپنے ملک اور زمانہ سے متاثر ہوتے ہیں تو پرانی گھسی پٹی باتوں سے چپکے رہنا درست نہیں، یہ اصول سبھی مذہب پر نافذ ہوتا ہے، مذاہب کی دائم باتیں بہت کم ہوتی ہیں''۔ مولانا نے اس کی سخت مذمت کرتے ہوئے کہا کہ اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ ان سازشوں کے پیچھے کون سے عناصر کارفرما ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا مذہب دوسرے مذاہب کی طرح نہیں ہے، ہماری شریعت دائم ہے، جس میں کسی بھی طرح کی تبدیلی کی کوشش برداشت نہیں کی جائے گی۔ دوسروں کے عائلی قوانین رسوم ورواج پر مبنی ہوسکتے ہیں، اسلامی عائلی قوانین قرآن واحادیث پر مبنی ہیں، جس میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔ آر ایس ایس دراصل مسلمانوں کی مذہبی آزادی ختم کرنے کے درپے ہے، وہ

یونیفارم سول کوڈ کی طرف بڑھنا چاہتی ہے۔ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی نے ایک ٹی وی چینل پر طلاق ثلاثہ سے متعلق ایک بحث میں دہلی کی ایک صحافی خاتون سعدیہ دہلوی کی اس بات کو کہ طلاق یک طرفہ نہیں ہونی چاہئے رد کرتے ہوئے کہا کہ وہ افراد جو اسلامی نظام پر نہیں چلنا چاہتے ان کے لئے متبادل موجود ہیں وہ عدالت جاسکتے ہیں اور وہاں اپنے نکاح کا رجسٹریشن کراسکتے ہیں لیکن اگر وہ چاہتے ہیں کہ ان کے لئے اسلامی قانون میں، شریعت میں کوئی تبدیلی کی جائے تو یہ بات ممکن نہیں ہے۔ مولانا محترم نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ مسلم پرسنل لا بورڈ ان افراد کے طریقوں کو غلط سمجھتا ہے جو اسلامی قوانین کو نہیں ماننا چاہتے، وہ ملک کے قانون کا اتباع کریں، ان کا یہ کہنا کہ طلاق ثلاثہ غلط ہے صریح طور پر اسلامی قانون میں قرآن پاک کے احکامات اور احادیث شریفہ میں مداخلت ہے، رہی بات اس معاملے میں عدالت کے دخل کی تو بورڈ یہ سمجھتا ہے کہ عدالت کو اسلامی قوانین یا شریعت میں دخل دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہاں وہ ان افراد سے جو شریعت پر نہیں چلنا چاہتے یہ کہہ سکتی ہے کہ اگر تمہیں شرعی قوانین پر نہیں چلنا ہے تو اسپیشل میرج ایکٹ موجود ہے، ہندو میرج ایکٹ موجود ہے، اس کے تحت اپنے نکاح اور شادی رجسٹرڈ کروالو۔ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی نے مزید کہا کہ ہم تو اسلام مذہب کی ہی وکالت کرسکتے ہیں رہی کسی کے اسے پسند ناپسند کرنے کی بات تو اس کے لئے ملک کے متبادل قوانین کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، ہم کو یقین ہے کہ کوئی عدالت اسلامی قانون میں تبدیلی کی بات نہیں کرسکتی، میرا پھر یہ کہنا ہے کہ اگر کسی کو اسلامی شریعت پر چلنا پسند نہیں تو وہ چاہے مانگ میں سیندور بھر کر شادی کرے یا پھیرے لگا کر اپنی شادی رجسٹرڈ کرائے، اس سے بورڈ کا لینا دینا کچھ نہیں ہے، وہ شریعت مخالف ہے لہٰذا وہ شریعت کے خلاف ہی عمل کرے گا۔ مولانا محترم نے بھارتیہ مہیلا آندولن کے ذمہ داروں سے متعلق ایک سوال کے جواب میں کہا کہ یہ کون ہیں؟۔ میں نہیں جانتا لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ آج یہ روز ٹی وی پر نظر آتی ہیں۔ ان کے پس پشت بی جے پی اور آر ایس ایس کھڑی ہوئی ہے ایسا سوچا جاسکتا ہے۔

- تحفظ شریعت کے سلسلہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے ۲۴/جون ۲۰۱۶ء کو حسب ذیل اخباری بیان جاری کرتے ہوئے مسلمانان ہند اور ائمہ مساجد کے نام خصوصی پیغام جاری فرمایا:

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے اپنے ایک اخباری بیان میں مسلم پرسنل لا کی اہمیت اور ضرورت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلامی شریعت اور اسلامی قوانین انسانوں کے بنائے ہوئے نہیں ہیں بلکہ یہ اللہ کی بھیجی ہوئی شریعت اور اس کا بنایا ہوا قانون ہے، اسلام قبول کر لینے کے بعد ہر مسلمان کے لیے اس کو ماننا لازمی ہے، اور اللہ کی بنائی ہوئی شریعت میں کسی تغیر، ترمیم یا تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ شریعت اسلامی پر عمل کرنا اور اسلامی قوانین کا تحفظ ہر مسلمان کا لازمی فریضہ ہے، مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ نہ صرف عبادات بلکہ معاملات، اخلاق، معاشرت اور زندگی کے ہر معاملے میں اللہ کے حکم اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کو سامنے رکھے، اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ ایک مسلمان کے لیے شریعت اسلامی سے کسی بھی صورت میں مفر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے اسلاف اور اکابر نے اسی مقصد سے مسلم پرسنل لا بورڈ کو قائم فرمایا کہ اسلامی قانون کا تحفظ اور آئین ہند نے ہر مذہب کے پیروکاروں کو اپنے مذہبی قانون پر عمل کرنے کی جو دستوری آزادی دے رکھی ہے، اس کی بقا کا سامان کرسکیں۔ اگرچہ آئین نے ہمیں یہ حق دیا ہے کہ ہم اپنی شریعت اور اپنے مذہبی قانون پر آزادی کے ساتھ عمل کریں، لیکن اس کے باوجود اسلام دشمن طاقتیں جنہیں ہر دور میں حکومت کی حمایت بھی حاصل رہی ہے، مسلم پرسنل لا میں مداخلت کی بے جا اور مذموم کوششیں کرتی رہی ہیں۔ لیکن انہیں یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ایک مسلمان سب کچھ گوارہ کرسکتا ہے، لیکن شریعت کے اندر کوئی مداخلت کبھی برداشت نہیں کرسکتا، ماضی میں بھی جب جب ایسی

کوششیں ہوئی ہیں ہمارے اکابر اور اسلاف نے (اللہ ان کی تربتوں کو ٹھنڈا رکھے) مومنانہ فراست اور جرأت ایمانی کے ساتھ شریعت اسلامی کی حفاظت کی ہے اور آج بھی اگر اس طرح کی کوئی کوشش ہوگی تو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور شریعت کے ماننے والوں کا جم غفیر ایسی ہر کوشش کو ناکام کردے گا، انشاء اللہ۔ حضرت جنرل سکریٹری نے مزید فرمایا کہ کچھ دنوں سے مسلم پرسنل لا میں مداخلت کی کوششوں میں پھر سے تیزی آئی ہے، اور اس کے لیے میڈیا کا خاص طور پر ٹی وی چینلوں کا استعمال کیا جارہا ہے، چینلوں پر ہونے والے ڈبیٹس اور مباحثوں میں اسلامی قوانین اور شریعت اسلامی کے خلاف غلط فہمیاں پھیلائی جاتی ہیں، اس پر بے جا اعتراضات کیے جاتے ہیں، ایسے لوگوں کو ان مباحثوں اور ڈبیٹوں میں شریک کیا جاتا ہے، جنہیں اسلامی قانون کی زیادہ سمجھ نہیں ہے اور پھر وہ دھڑلے سے اسلامی قانون میں تبدیلی اور ترمیم کا مطالبہ کرتے ہیں اور بڑے پیمانے پر اس کی تشہیر کی جارہی ہے، جس کا مقصد ہے کہ ملکی بلکہ عالمی پیمانے پر عوام کے دلوں میں اسلامی قانون اور مسلم پرسنل لا کے تئیں بے اعتمادی اور شکوک پیدا کریں۔ ایسے میں ان تمام لوگوں کی ذمہ داری بنتی ہے جو اسلامی قانون سے واقف ہیں اور اس کی حقانیت پر ایمان رکھتے ہیں، کہ وہ اس کی بقاء اور تحفظ کے لیے آگے آئیں اور عوام کے دلوں میں بٹھائی جارہی اس غلط فہمیوں کو دور کریں۔ مدارس کے علماء، اساتذہ، دینی و ملی تنظیموں کے ذمہ داران، مساجد ائمہ کرام خاص طور پر عوام کے اندر اسلامی شریعت اور مسلم قوانین کی صحیح واقفیت پہونچانے کو اپنا مشن بنائیں۔ مسلم پرسنل لا کے خلاف چل رہی سازش کو ناکام بنانا پوری امت کا اجتماعی فریضہ ہے۔

حضرت جنرل سکریٹری نے خصوصی طور پر ائمہ مساجد سے اپیل کی ہے کہ وہ رمضان کے آخری جمعہ میں مسلم پرسنل لا، اسلامی قانون اور شریعت اسلامی کے تحفظ کو اپنی تقریروں اور خطبات کا موضوع بنائیں اور اس کے تئیں لوگوں کے اندر بیداری لانے اور اس کے بارے میں پھیلائی جارہی غلط فہمیوں کے ازالہ کی کوشش کریں۔

وفیات

ارکان بورڈ میں محترمہ ڈاکٹر صفیہ نسیم صاحبہ لکھنؤ کا ۲۱/ جون ۲۰۱۶ء کو انتقال ہوگیا۔ اسی طرح غیر ارکان بورڈ میں رکن بورڈ محترمہ زینب مجاہدہ مسرور صاحبہ کے جواں سال بڑے صاحبزادے مولانا ناصر جمال ندوی صاحب قطر میں ۲/۳/ جون ۲۰۱۶ء کی درمیانی شب کو، رکن بورڈ جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد متین الدین قادری صاحب حیدرآباد کی والدہ محترمہ ۷/ جولائی ۲۰۱۶ء کو عین عیدالفطر کے دن اور دو دنوں بعد ۱۰/ جولائی کو آپ کے والد محترم کا، بابری مسجد مقدمہ کے اہم مدعی جناب محمد ہاشم انصاری صاحب ۲۰/ جولائی ۲۰۱۶ء کو انتقال فرماگئے۔

اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے اور ان سب کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

❁❁❁

اعلان ملکیت ودیگر تفصیلات
فارم (۴) قاعدہ نمبر (۸)

رسالہ کا نام:	سہ ماہی خبرنامہ
مقام اشاعت:	نئی دہلی
مدت اشاعت:	سہ ماہی
پرنٹر، پبلیشر وایڈیٹر کا نام:	سیدنظام الدین
قومیت:	ہندوستانی
پتہ:	۷۶اے/۱، مین بازار اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی

میں سیدنظام الدین تصدیق کرتا ہوں کہ متذکرہ بالا امور میرے علم و یقین سے صحیح ہیں۔

دستخط

سیدنظام الدین